گرین سیریز-----------از-----------ابنِ طالب

ویلکم بیک
ابنِ طالب
Fb.me/ibnetalibgs
www.qaricafe.com
13
گرین سیریز

گرین سیریز

ناول#13.......ویلکم بیک

17 جنوری 2021

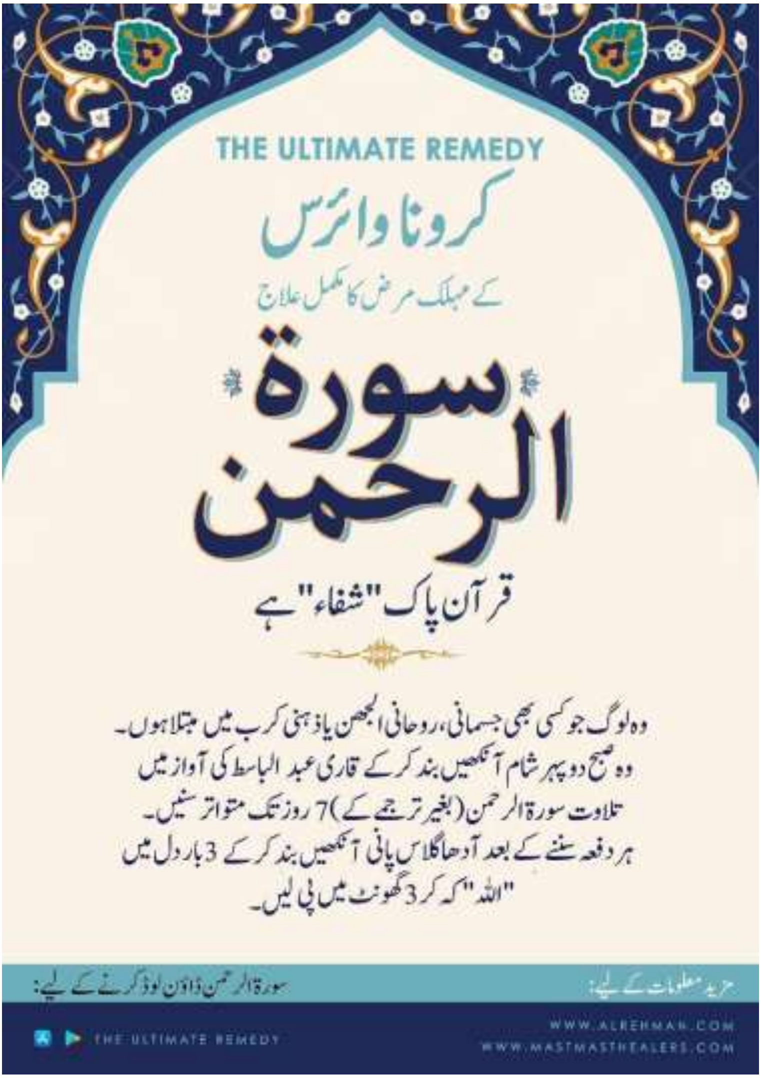

THE ULTIMATE REMEDY

کرونا وائرس

کے مہلک مرض کا مکمل علاج

سورة الرحمن

قرآن پاک "شفاء" ہے

وہ لوگ جو کسی بھی جسمانی، روحانی الجھن یا ذہنی کرب میں مبتلا ہوں۔
وہ صبح دوپہر شام آنکھیں بند کر کے قاری عبد الباسط کی آواز میں
تلاوت سورة الرحمن (بغیر ترجمے کے) 7 روز تک متواتر سنیں۔
ہر دفعہ سننے کے بعد آدھا گلاس پانی آنکھیں بند کر کے 3 بار دل میں
"اللہ" کہ کر 3 گھونٹ میں پی لیں۔

مزید معلومات کے لیے:

سورة الرحمن ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے:

WWW.ALREHMAN.COM
WWW.MASTMASTHEALERS.COM

THE ULTIMATE REMEDY

گرین سیریز------------از------------ابنِ طالب

ناول کے تمام کردار، مقامات، واقعات فرضی ہیں اور مصنف کی اپنی تخلیق ہیں۔ جن میں کسی بھی قسم کی کلی یا جزوی مطابقت محض اتفاقیہ امر ہو گا جس کا مصنف ذمہ دار نہیں۔

ناول یا اس کے کسی بھی حصے کو کاپی کرنا، نقل کرنا یا چوری کرنا یا کسی بھی طریقے سے reproduce کرنا قانونی اور اخلاقی جرم ہے۔ جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں۔

کسی بھی ذریعے سے حاصل کی گئی پی ڈی ایف کی قیمت۔ 100 روپے

آپ کی طرف سے بھیجی گئی یہ رقم، ناول کمپوزنگ وغیرہ کے علاوہ قاری کیفے ویب سائٹ کے اخراجات کے لیے ہے۔ وہ قارئین جو کسی حقیقی مجبوری کے تحت رقم نہیں بھیج سکتے، وہ اس قرض سے آزاد ہیں۔

Easy paisa acc...0092 3435941383

Acc Title... Qasim Ali

Bank acc no

04320010068178180018

Or.........(acc title.. Nasir Abbas)

PK47ABPA0010068178180018

ہماری بات

السلام علیکم قارئین!

طویل عرصے کے بعد، امید ہے کہ یہ ملاقات آپ کی توقعات پر پوری اترے گی۔ گرین سیریز کا تیرھواں ناول پیشِ خدمت ہے، یہ بارھویں ناول گارڈین کا دوسرا حصہ ہے، امید ہے کہ آپ کو تحریر پسند آئے گی ان شاءاللہ۔

قارئین کی طرف سے تجاویز کا ہمیشہ سے ہی خیر مقدم کیا گیا اور احباب یہ بات جانتے بھی ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی QariCafe ہے۔ ویب سائیٹ کو سرچ انجن Google میں اوپر لانے کے لئے بہت ضروری ہے کہ گاہے بگاہے چکر لگا لیا کریں اور گرین سیریز بائے ابنِ طالب کو زیادہ سے زیادہ سرچ کیجیے۔ ویب پر آپ کی خدمت کے لئے نامور مصنفین کی کتابیں بھی لگائی جا رہی ہیں لیکن ابھی تک الجھن کا شکار ہوں کہ ایسا کرنا بہتر یا نہیں، ناول پر فیڈ بیک دینے کے ساتھ ساتھ اس حوالے سے بھی رائے دیں۔

PDF کی تھوڑی سی قیمت رکھی جا رہی ہے، اگر آپ بھیجنا چاہیں تو خوش آمدید، اس رقم سے ناول کے (میرے لکھنے کے علاوہ) کے اخراجات پورے کرنے میں مدد ملے گی کیونکہ وقت کی قلت کے باعث کمپوزنگ کا کام بھی مشکل ہوتا چلا

جارہاہے اور میرا خیال ہے کہ اس کام کے لئے کسی پروفیشنل سے معاملہ طه کرنا چاہیے۔ اسی طرح ویب کا خیال رکھنے کے لئے بھی ایک بندہ لگانے کا ارادہ ہے۔ اگر آپ رقم بھیجیں تو گرین سیریز کے واٹس ایپ نمبر پر نام کے ساتھ سکرین شارٹ ضروری بھیج دیں تا کہ ریکارڈ رہے۔

Whatsapp گروپس کے ایڈمنز سے گزارش ہے کہ وہ فی الوقت گرین سیریز کو گروپس میں شئیر نہ کریں اور قارئین کو ویب کی طرف جانے کا مشورہ دیں تا کہ ویب پر ٹریفک بڑھے۔ اس کے باوجود ان کے لئے بھی لچک رکھی گئی ہے کہ نیا ناول پہلے دس دن تک گروپس میں نہ بھیجیں، اس کے بعد شئیر کرسکتے ہیں۔

والسلام

ابنِ طالب

باب اول

پراجیکٹ عقاب

گرین سروس کا چیف لارڈ، عموماً میک اپ میں ہی رہتا تھا، اگر اوسط نکالی جاتی تو ہر دن کا زیادہ تر حصہ میک اپ میں ہی گزارتا تھا لیکن اس وقت وہ اصل شکل میں تھا۔ لگ بھگ تیس سالہ نوجوان جو پرکشش چہرہ رکھتا تھا اور شخصیت تو تھی ہی بارعب۔ اس کے ہر قدم سے وقار چھلکتا تھا۔ گرین سیریز کی لیڈر شپ سنبھالنے سے پہلے وہ سات جانباز کا لیڈر بھی رہ چکا تھا جو ایک مشن کے دوران کام آگئی، اسی مشن کے دوران وہ عملی طور پر ساحر کی قابلیت کا ادراک کر سکا تھا، اُس سے پہلے تو فائلوں کی حد تک ہی جانتا تھا۔ اُس مشن میں صرف ساحر اور لارڈ، یعنی سپارک ہی بچ پائے تھے۔ سات جانباز کے عملی خاتمے کے بعد جب ساحر نے ریٹائرڈ کرنل وجاہت احمد خان کے توسط سے ایک نئ تنظیم کے لئے

کوشش شروع کی تو بات سپارک کے کانوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی جس کے بعد وہ ذاتی طور پر اس میں دلچسپی لینے لگا اور ساحر کے ساتھیوں کو پرکھنے کے لئے روپ بدل بدل کر ان کے سائے کی طرح ساتھ رہنے لگا۔ جب اسے محسوس ہوا کہ لوہا گرم ہے تو اس نے عملی اقدامات اٹھائے اور جلد ہی گرین سروس کی داغ بیل ڈال دی گئی جس میں وقت کے ساتھ ساتھ نئے ممبرز بھی شامل ہوتے چلے گئے۔

گرین سروس کی ٹیم میں اگر وہ کسی پر سب سے زیادہ اعتماد کرتا تھا تو وہ تھا ساحر گردیزی، اس کی دانست میں ساحر وہ واحد شخصیت تھی جو لارڈ سے بہتر کارکردگی بھی دکھا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ شروعاتی ٹیم میں ساحر کے دو دوست کبیر احمد خان، جبران الحسن شامل تھے، بعد میں ان کا چوتھا دوست، چنگیزی بھی شامل کر لیا گیا۔ اس کے علاوہ محکمہ پولیس سے انسپکٹر عباس علی جبکہ انٹیلی جنس سے ثانیہ حیدر کیانی اور جمال یاور کو لیا گیا۔

ان سب کو ایک سیکشن میں رکھا گیا تھا جو عملی طور پر فیلڈ میں کام کرتا تھا، اس سیکشن کو "ماسٹر زوِنگ (Master's Wing)" نام دیا گیا، یہ نام ساحر کے کوڈ نیم کی نسبت سے دیا گیا تھا، ساحر اس وِنگ کے ہیڈ کے

طور پر کام کرتا تھا اور اس کا کوڈ نیم "ماسٹر زیرو" تھا۔ اس کے علاوہ ابھی تک ایک اور وِنگ ترتیب دیا گیا تھا جس کا نام "تھرڈ آئی" تھا، اس کا انچارج فاکس تھا۔ فاکس لارڈ کا باضابطہ شاگرد تھا۔ تھرڈ آئی کا کام گرین سروس کے علاوہ ملکی سطح پر ہر خاص معاملے پر نظر رکھنا اور معلومات فراہم کرنے کے لئے علاوہ دورانِ مشن ماسٹر ز وِنگ کی ضروریات کا خیال رکھنا شامل تھا۔ لارڈ اور ساحر کے تیار کردہ خاکے کے مطابق ابھی گرین سروس میں مزید وِنگ بنائے جانے تھے جو شائد مستقبل قریب میں متوقع تھے۔

گرین سروس کو پاکسٹیٹ کی سرکاری خفیہ ایجنسی کی حیثیت تو مل چکی تھی لیکن ابھی نئ ایجنسی ہونے کی وجہ سے "پَر" کم ہی پھیلے تھے، اس کے باوجود سروس اپنی کارکردگی کی وجہ سے اچھا خاصا مقام بنا چکی تھی اور پھیل بھی رہی تھی۔ اس پھیلاؤ کے باعث لارڈ کو بہت زیادہ الرٹ رہنا پڑتا تھا اور ہر وقت دماغی طور پر کہیں نہ کہیں مصروف رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ مخصوص کمرے میں موجود تھا۔

رات کافی بیت چکی تھی، روشن پیلس کے ماسٹر روم میں لارڈ لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے، کانوں پر ہیڈ فون لگائے کچھ سننے میں مگن تھا۔ اس کی

نظریں لیپ ٹاپ کی سکرین پر نظر آنے والے متحرک ڈاٹ پر جمی ہوئی تھیں۔ چہرے پر طمانیت خیمہ زن تھی اور آنکھوں کی چمک سے محسوس ہو رہا تھا کہ عقاب کو شکار نظر آگیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اچانک سکرین سے وہ نقطہ غائب ہو گیا تو لارڈ چونک گیا۔

"خاصا جدید سسٹم بنا رکھا ہے ان لوگوں نے۔" وہ بڑبڑایا اور پھر ہیڈ فون اتار کر لیپ ٹاپ کے ساتھ رکھ دیئے۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر وہ سوچ میں ڈوبتا چلا گیا۔ گرین سروس کی ساری ٹیم اُسی مقام پر غائب ہوئی تھی اور اب ساحر بھی۔ ساحر اور گرین سروس کو ایک خاص مقصد کے تحت سوغات بھیجا گیا تھا اور اسی مقصد کو پورا کرنے کی غرض سے منصوبے کے تحت سروس کو تین ٹیموں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک ٹیم میں ثانیہ، جمال اور چنگیزی جبکہ دوسری ٹیم میں کبیر، جبران اور عباس شامل تھے۔ ساحر کو الگ رکھا گیا تھا۔

ساحر اپنے نجی ماتحتوں کے علاوہ تھرڈ آئی کے کچھ ممبرز لے کر وہاں گیا تھا اور ماسٹر زونگ کے یوں غائب ہو جانے کے بعد ظاہر تھا کہ تھرڈ آئی کے لوگ وہیں رک جائیں گے جہاں وہ تھے کیونکہ انہیں ساحر کے توسط سے ہدایات مل رہی تھیں۔ فون کی گھنٹی لارڈ کو سوچوں کی منجدھار سے

باہر کھینچ لائی اور وہ تیزی سے سیدھا ہوا۔

"فاکس بول رہا ہوں چیف۔" دوسری طرف سے تھرڈ آئی کے ہیڈ فاکس کی مودبانہ آواز سنائی دی اور لارڈ کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئ۔

"یس، چیف انٹڈ نگ یو۔" اس کی آواز بدل گئ تھی۔

"چیف ماسٹر زوِنگ سے تھرڈ آئی کا رابطہ ختم ہو گیا ہے، پہلے۔۔۔"

"میں جانتا ہوں۔ ممبرز کو تا حکمِ ثانی سوغات میں ہی رکنے کا کہو، ٹیم خود ان سے رابطہ کر لے گی۔ اب تک جو کام ہوا ہے، وہ لوگ اس کی رپورٹ تیار رکھیں۔" اس نے فاکس کی بات کاٹتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"یس چیف۔"۔ فاکس کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ اس کے خیال میں شائد لارڈ کے لئے نگرانی کا ذریعہ تھرڈ آئی ہی تھا لیکن لارڈ باخبر ثابت ہوا تھا۔

"اوکے، نئے اڈے ٹریس ہوئے ہیں؟۔"

"یس چیف، کل آپ کے پاس رپورٹ پہنچ جائے گی۔" فاکس نے جواب دیا۔

"اوکے۔" کہتے ہوئے لارڈ نے ریسیور رکھ دیا، اسی وقت ٹرانسمیٹر کی ٹوں ٹوں جاگ گئی، انجان فریکوئنسی دیکھ کر اس کی آنکھیں سکڑ گئیں لیکن اس نے کال اٹنڈ کر ہی لی۔

"یس۔۔۔" اس نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ خصوصی ٹرانسمیٹر ہونے کی وجہ سے بار بار اوور کہنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

"چچ۔۔چیف۔۔چیف۔۔" دوسری طرف سے کبیر کی گھٹی گھٹی آواز سنائی دی جیسے وہ بہت زیادہ زخمی ہو۔

"کبیر، کیا ہوا؟۔" وہ تیزی سے ٹرانسمیٹر پر جھک گیا تھا، اس کے لہجے کا سرد پن قائم تھا لیکن آنکھوں میں ہلچل سی محسوس ہونے لگی تھی۔

"چچ۔چیف۔۔ہم ۔۔ہ۔۔سس۔۔سب ۔۔" اس کے ساتھ ہی فائرنگ کی آواز سنائی دی اور کبیر کی دل دہلا دینے والی چیخوں نے لارڈ کے جسم میں عجیب سے لہر دوڑادی، وہ تیزی سے کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"کبیر، کبیر۔۔" اس نے تین چار بار کبیر کو آواز دی مگر دوسری طرف سے ہلکے سے شور کے بعد کال ہی بند کر دی گئی تھی۔ دوسری طرف بھی شائد جدید ٹرانسمیٹر تھا جس کا مخصوص بٹن دبانے پر کال کنکٹ یا ڈسکنکٹ ہوتی تھی۔

لارڈ خاموشی سے ٹرانسمیٹر کو گھور رہا تھا۔ اگلے ہی لمحے اس نے فون کا ریسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ملایا۔

"یس۔۔۔" دوسری طرف سے فاکس کی آواز سنائی دی۔

"لارڈ۔۔ ایک چھوٹا ہیلی کاپٹر تیار کرو، میں سوغات جاؤں گا۔ وہاں موجود ممبرز کو اطلاع کر دو کہ ہیڈ کوارٹر سے ہاشم نامی ایجنٹ ان کا چارج لے گا۔ تم یہاں پر سب سنبھالو۔" اس نے تیزی سے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"یس چیف، آپ کی اصل حیثیت بتاؤں انہیں؟۔" فاکس نے پوچھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نے تمہیں اپنا اصل نام بتایا ہے؟۔" وہ غرایا تو دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

"سس۔۔ سوری چیف، میں سمجھ گیا۔" چند لمحوں کے بعد فاکس کی آواز سنائی دی۔

"اور یہاں آنکھیں کھلی رکھنا، اڈے ٹریس کرنے کے بعد پولیس کو استعمال کرو، مجھے کچھ دنوں تک کوئی بڑا وبال نہیں چاہیے۔ ہیلی کاپٹر تیار ہوتے ہی مجھے انفارم کرو۔" کہتے ہوئے اس نے ریسیور رکھ دیا اور تیزی سے ملحقہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

سیاہ رنگ کی جدید کار شہر کی حدوود میں داخل ہوئی۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ساحر براجمان تھا جس کے چہرے پر گہری سنجیدگی کی تہہ نظر آرہی تھی۔ اس کی نظریں ونڈ سکرین کے اس پار جمی تھیں لیکن دماغ کہیں اور ہی مصروف تھا۔ اچانک موبائل فون کی گھنٹی نے اس خاموش ماحول کو آواز بخشی اور ساحر نے چونک کر ڈیش بورڈ میں مخصوص جگہ پر رکھے موبائل کو اٹھا کر کال اٹنڈ کی۔

"گارڈین سپیکنگ۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"باس، وہ لوگ شہر پہنچ چکے ہیں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"مکمل رپورٹ دو۔"

"باس، سوغات سے یہاں تک وہ مختلف گاڑیوں سے پہنچے ہیں اور پھر ایک ہوٹل میں اکٹھے ہوئے۔ وہاں سے وہ لوگ ایک پارک میں پہنچے۔ اس کے بعد وہ الگ ہو گئے اور اس وقت مختلف رہائش گاہوں میں موجود ہیں۔" اسے رپورٹ دی گئی۔

"کوشش کر کے ان کے کمروں میں ڈکٹا فون پہنچا دو، جس جال میں الجھایا ہے، مجھے امید ہے کہ جلدی نکل تو نہ سکیں گے پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔ اگر وہ کہیں جائیں تو ہاتھ پاؤں بچا کر نگرانی جاری رکھنا۔"

"یس باس۔۔"۔

"ان کے قریب جانے یا کسی قسم کا ایکشن لینے کی اجازت نہیں، ایسا ہوا تو میں اپنے ہاتھوں سے تمہاری ٹیم کا گلا گھونٹ دوں گا۔" اس نے غراتے ہوئے کہا اور کال بند کر دی۔

کچھ دیر بعد اس کی کار ایک زیرِ تعمیر ٹاؤن کی نئی نویلی کوٹھی کے سامنے رکی اور گارڈین نے مخصوص انداز میں ہارن بجایا تو لمحوں میں فولادی گیٹ ایک طرف سرکنے لگا اور گارڈین نے کار آگے بڑھائی۔ کار پورچ میں روکتے ہوئے وہ باہر نکلا اور عمارت کے داخلی دروازے کے سامنے بنے چھوٹے سے برآمدے میں داخل ہوا، جیسے ہی وہ داخلی دروازے

کے پاس پہنچا، مشین گن کی نال اس کے سینے پر آ لگی۔

"شناخت؟۔"۔ کسی نے غرا کر کہا۔

"یہ اچھا طریقہ ہے، بندہ عمارت میں گھس چکا تب اس سے شناخت پوچھی جا رہی ہے۔"۔ اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ذرا مڑ کر دیکھو۔"۔ جواباً کہا گیا تو گارڈین بے اختیار مڑا اور یہ دیکھ کر چونک گیا کہ نجانے کہاں سے تین مشین گن بردار اس کی گاڑی کے قریب پہنچ چکے تھے۔

"اس طرف آنے والے کو ہمیشہ اندر بلا کر ہی رخصت کیا جاتا ہے۔" ذو معنی لہجے میں کہا گیا۔

"گڈ۔ مجھے تمہارا انداز پسند آیا ہے۔" گارڈین نے تحسین بھرے لہجے میں کہا۔

"شناخت؟۔"۔ وہ گارڈین کی تعریف کا اثر لیے بغیر غرایا اور مشین گن کی نال کا دباؤ بھی بڑھا۔

"ڈی سیکشن، ڈی فورناٹ۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ پی۔ یس باس۔" کہتے ہی نہ صرف نال اندر غائب ہوئی بلکہ جھٹکے سے دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا شخص سامنے آ گیا۔

اس کی ایک آنکھ پر تین سے چار انچ لمبا کٹ لگا ہوا تھا جیسے خنجر سے وار کیا گیا ہو، جس وجہ سے اس کا لمبوترا چہرہ بھیانک سا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے ہی اس کی نظر سامنے کھڑے گارڈین پر پڑی تو ایک لمحہ کے لئے اس کی آنکھیں پھیل کر سکڑ گئیں لیکن وہ فوری ہی سنبھل گیا مگر گارڈین نے یہ لمحاتی تغیر محسوس کر لیا تھا۔

"سس۔ سوری باس، مجھے علم نہیں تھا کہ آپ آنے والے ہیں۔" اس نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پہلے قدم پر ہی تم نے میرا دل خوش کر دیا، مجھے ایسی لوگ ہی اپنی ٹیم میں چاہیے۔" گارڈین مسکرایا۔

"شش۔ شکریہ باس۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟۔" گارڈین نے پوچھا۔

"فرینک ۔ ویسے سب وولف کے نام سے پکارتے ہیں۔" اس نے مودبانہ انداز میں جواب دیا۔ آنکھوں میں عجیب سی وحشیانہ چمک کے ساتھ وہ اب گارڈین کے سامنے بچھا جا رہا تھا۔

"وولف، اچھا نام ہے، جچتا ہے تم پر۔ میرے ایک ساتھی نے آنا تھا۔" گارڈین نے کہا۔

"یس باس، مسٹر ڈی فور فائیو آئے ہوئے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"گڈ۔ میرے لئے ایک کپ کافی اور میرے ساتھی کے ساتھ تم بھی آجاؤ۔" گارڈین نے ایک کمرے کے سامنے رکتے ہوئے کہا، شاید وہ پہلے اس عمارت کا چکر لگا چکا تھا جس وجہ سے وہ خود ہی ڈرائنگ روم کے دروازے پر رک گیا تھا۔ اس کی بات سن کر فرینک عرف وولف تیزی سے مڑ گیا اور گارڈین اندر داخل ہوا۔ یہ شاہانہ طرز پر سجایا گیا ڈرائنگ روم تھا جس میں داخل ہوتے ہی عام بندہ بھی خود کو "وزیر" قسم کی مخلوق سمجھ سکتا تھا۔

گارڈین کو بیٹھے چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ کمرے میں وولف داخل ہوا، اس کے پیچھے ایک ملازم کافی اور دیگر لوازمات سے لدی ٹرالی دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے راما۔ راما گارڈین کا قریبی اور قابلِ اعتماد ماتحت تھا، یہ وہی راما تھا جو چنگیزی کو ناکوں چنے چبوا چکا تھا، اس نے گارڈین کو سلام کیا جبکہ ملازم ٹرالی مخصوص جگہ پر چھوڑ کر باہر کی طرف بڑھ گیا، اسے شاید یہی ہدایت ملی تھی۔

"بیٹھ جاؤ دونوں۔"۔ گارڈین نے کہا تو راما سر ہلاتے ہوئے بیٹھ گیا جبکہ وولف کافی تیار کرنے لگا۔

"وولف، تم مجھے دیکھتے ہی چونک گئے تھے، اس کی کیا وجہ ہے؟۔" گارڈین نے پوچھا تو وولف کے تیزی سے چلتے ہاتھ رکے۔

"باس وہ۔۔"۔ وہ شاید کچھ کہنے میں ہچکچا رہا تھا۔

"تم کھل کر بات کر سکتے ہو۔"۔ گارڈین نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

"باس، آپ کا چہرہ۔ ایسے لگتا ہے کہ میں آپ کو پہلے بھی دیکھ چکا ہوں جبکہ حقیقتاً میری آپ سے پہلی ملاقات ہے۔"۔ وولف نے کہا۔

"یہ چہرہ میرا نہیں ہے۔"۔ گارڈین نے کہا۔

"کیا مطلب باس؟۔"۔ وہ ٹھٹک گیا۔

"یہ میرا اصلی چہرہ نہیں، میک اپ میں ہوں۔ تم نے اس چہرے کے اصل مالک کو دیکھا ہو گا کہیں۔" گارڈین نے کہا۔

"میں تب سے سوچ رہا ہوں لیکن مجھے یاد نہیں آرہا کہ کہاں دیکھا تھا اس چہرے کو۔" وولف نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر کافی بنانے لگ گیا۔

"ساحر گردیزی کو جانتے ہو؟۔" گارڈین نے عام سے لہجے میں کہا۔

یہ نام سنتے ہی وولف جھٹکے سے مڑا، اس کے چہرے پر جوش بھرے تاثرات تھے۔

"بالکل، یہی نام ہے، ساحر علی گردیزی، میرا ایک دوست اس کی سکیورٹی فورس میں شامل ہے۔" اس نے کہا۔

"سکیورٹی فورس؟۔ میں سمجھا نہیں؟۔ کون ہے یہ؟۔" گارڈین نے حیرت سے کہا۔ تب تک کافی تیار ہو چکی تھی اور وولف نے ٹرالی دھکیل کر گارڈین کے سامنے لگا دی تھی۔

اس کی حیرت حقیقی تھی، وہ ساحر کو بطور ٹیم لیڈر دیکھ چکا تھا، یہ بھی جانتا تھا کہ وہ کسی سرکاری ادارے کا ممبر ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اس کی سکیورٹی فورس ہوتی اور ہر وقت سکیورٹی کے گھیرے میں رہنے والا شخص ہوتا، ایسا ہوتا تو گارڈین کے اڈے میں وہ چند لوگوں کے ساتھ اتنی آسانی سے پکڑا تو نہ جاتا۔

"باس ساحر گردیزی ایک نواب فیملی سے تعلق رکھتا ہے اور یہاں سے کچھ ہی دور اس کا مینشن ہے جس میں اپنے والد کے ساتھ رہتا ہے۔ دونوں باپ بیٹے کافی مشہور ہیں، ان کے کئی دشمن ہیں اس لئے اپنی حفاظت کے لئے نجی فورس رکھی ہوئی ہے۔" وولف نے کہا۔

"کیا اس کے بارے میں تفصیلی معلومات مل سکتی ہیں؟۔" گارڈین کی آنکھوں میں عجیب سی چمک عود آئی تھی۔

"یس باس، میں کل تک آپ کو معلومات فراہم کر دوں گا، لیکن کیا معلوم کرنا ہے؟۔" وولف نے کہا۔

"میں تمہیں تفصیل سے سمجھاتا ہوں تھوڑی دیر تک۔" گارڈین نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"باس، ایک بات پوچھوں؟۔" راما نے قدرے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ہاں، ضرور پوچھو۔" گارڈین نے نرم لہجے سے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

"ان لوگوں کا کیا ہو گا جنہیں ساتھ نکال لائے تھے؟۔" راما نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"انہیں میں نے وہی کچھ سمجھایا ہے جو انہیں سمجھ آ سکتا تھا، اب وہ ہماری راہ نہیں لگیں گے، ان کو لے کر میرے ذہن میں ایک کام ہے اس لئے زندہ ہیں۔ اگر ان کے بغیر کام ہو گیا تو بھی اچھا ہے، نہ ہوا تو ان سے کام لوں گا۔"

"اور اگر ہمارے آڑے آئے؟۔" راما نے پوچھا۔

"تو۔ ہم برتری ثابت کر چکے ہیں، اس بار ختم ہی کر دیں گے۔" گارڈین نے غرا کر کہا تو کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

"چلو، کام کی بات کریں۔" اس نے چند لمحوں بعد قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "بہت کام باقی ہے، یہ لوگ درمیان میں نہ کودتے تو اب تک ہم یہ جاوہ جا ہو جاتے لیکن ۔۔۔ خیر۔۔۔ تو سنو۔۔ کچھ ریٹائرڈ پولیس آفیسر۔۔۔" گارڈین نے آگے جھکتے ہوئے پلان بتانا شروع کیا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے ہدایات دینے میں جٹا ہوا تھا جیسے پیدا ہی اسی کام کے لئے ہوا ہو۔

محکمہ دفاع کی "دفتری" رونق عروج پر تھی، دو چھٹیوں کے بعد سوموار کو دفتر کھلا تھا، 23 مارچ کے حوالے سے ہونے والی ایک خاص تقریب کی میزبانی بھی اس بار محکمہ کے ملازمین نے رضاکارانہ طور پر اپنے ذمہ لی تھی۔ اس میزبانی میں ان کا کام در حقیقت انتظامات کو دیکھنا اور ہر کام کو وقت پر پورا کرنا شامل تھا، اخراجات تو سرکاری ہی ہوتے۔

ان کی حقیقی میزبانی ایک سر پھرے افسر کی ضد کی وجہ سے اتنی سی تھی وہ کچھ شہدا کے ورثاء کے لئے عشائیہ کا انتظام اپنی جیبوں سے کرنے والے تھے اور ان کے لئے تحائف بھی خریدے جا رہے تھے۔ جیسے جیسے 23 مارچ کا دن قریب آ رہا تھا اسی طرح دفتری کام کے ساتھ ساتھ

تقریب کے انتظامی امور میں بھی تیزی آرہی تھی اور ملازمین کی توجہ بٹ گئی تھی۔ کچھ ملازمین تو کلاس سے بھاگنے والے طلبہ کی طرح تھے جو کام سے بھاگ کر تقریب کے انتظامی امور میں ٹانگ تو کیا اپنا پورے وجود ہی "اَڑا" رہے تھے۔

وزیرِ دفاع حسن امیر اپنے دفتر میں بیٹھے فائلوں میں سر کھپا رہے تھے کہ فون کی مترنم مگر دھیمی گھنٹی نے انہیں فائلوں کے سمندر میں سے کھینچ نکالا۔ انہوں نے گھور کر انٹر کام سیٹ کو دیکھا جیسے اس وقت اس کا بجنا انہیں پسند نہ آیا ہوں لیکن پھر ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ انٹر کام کا نظام اہم اہم دفاتر میں باہم مربوط رکھا گیا تھا تا کہ وقت ضائع کئے بغیر آپس میں بات چیت ہو سکے۔

"یس۔۔" انہوں نے خشک لہجے میں کہا۔

"س۔۔ سر۔۔" دوسری طرف سے بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا ہوا؟۔" وہ چونک گئے۔

"سس۔ سر، ایک فائل چوری ہو گئی ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟۔" وہ یکلخت دھاڑے۔

"سس۔ سر۔" ان کے ماتحت کو شاید کچھ سمجھ ہی نہیں آرہی تھی۔

"کون سی فائل؟۔" انہوں نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں پوچھا۔

"سس۔ سر، فائل ڈی زیرو ایکس۔" دوسری طرف سے فائل کو کوڈ، اس کی سٹور میں جگہ کے حساب سے بتائی۔

یہ نام سنتے ہی وزیرِ دفاع کو یوں لگا جیسے کسی نے اٹھا کر پوری قوت سے انہیں دیوار سے دے مارا ہو اور ہوش حواس ہی کھو بیٹھے ہوں۔

"سر، سر۔۔۔"۔ دوسری طرف سے مسلسل آواز آنے لگی تو انہوں نے جھرجھری لی اور پھر خالی خالی نظروں سے سامنے پڑی فائل کو گھورنے لگے۔

"سر۔۔۔"

"کب ہوا یہ؟۔" وہ اب سنبھل چکے تھے لیکن بھاری نقصان ہوا تھا، یہ ان کے چہرے سے ظاہر تھا۔

"سر، فائل کور اور ٹریکنگ ٹَیگ رَیک میں ہی موجود ہے اور آج دن بھر تینوں متعلقہ افراد سٹور میں جاتے دیکھے گئے ہیں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تینوں؟ کیا مطلب ہے؟ شاکر واسطی تو چھٹی پر تھا؟۔" انہوں نے چونک کر پوچھا۔

"ان کی آج حاضری تھی، چھٹیاں ختم ہو چکی ہیں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اب یہ تینوں کہاں ہیں؟۔" انہوں نے پوچھا۔

"سر اب تک اپنے اپنے گھر پہنچ چکے ہیں، سٹور بند کرتے ہوئے روٹین کے مطابق میں نے چکر لگایا اور مذکورہ فائل کا کور ترتیب کے مطابق نہ پا کر میں نے اسے نکال کر سیٹ کرنے کی کوشش کی، فائل کور ہلکا محسوس ہوا ویسے ہی کھول کر چیک کر لیا، فائل کور خالی دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے اور پھر میں سٹور کیپر کے پاس پہنچا، رجسٹر چیک کرنے کے بعد آپ کو رپورٹ کر رہا ہوں۔"

شاکر واسطی، وزیرِ دفاع کے نہایت قریبی تھے اور عمر کے حساب سے اب پچاس رنز بنا چکے تھے۔ وہ فائل سیکشن کے انچارج تھے، عمر کی وجہ سے ہر کوئی بزرگوں کی طرح ان کی عزت کرتا تھا چاہے عزت کرنے والا خود ان سے دو چار سال بڑا ہی ہو۔ شاکر واسطی صاحب اپنی سالانہ چھٹیاں پوری کرنے کے بعد آج ہی لوٹے تھے۔

"تم سٹور دوبارہ چیک کرو اور پھر ان تینوں کے ٹیبل وغیرہ بھی، میں دیکھتا ہوں کیا کرنا ہے۔" انہوں نے کہا اور ریسیور رکھ کر لمبی لمبی

سانسیں لینے لگے۔

فائل بہت ہی اہم تھی، اس فائل کی آج کے دن میں کسی جگہ بھی ضرورت نہیں تھی کیونکہ پراجیکٹ ورک کے حساب سے اس پر بحث مباحثہ ہو چکا تھا، اب عملی اقدامات کے وقت ہی اس فائل کو نکالا جانا چاہیے تھے، فائل چوری ہونے کا مطلب تھا کہ پورے سال کی محنت، منصوبہ، اس پر لگایا گیا وقت اور اس میں درج مخصوص معاہدہ سب ضائع ہونے کو تھا۔ فائل اگرچہ مخصوص کوڈ میں تھی، اس کی کاپی یا تصویر بنانا ممکن نہ تھا لیکن جو لوگ فائل چوری کر چکے تھے انہوں نے کوئی حل بھی ضرور سوچا ہو گا اور فائل چوری کیسے ہوئی؟۔ یہ سوچ کر ان کا سر چکرا رہا تھا۔ سٹور سے متعلق تینوں افراد پرانے اور وفادار لوگ تھے، کسی سے بھی غداری کی توقع کرنا ان کے لئے ایسا ہی تھا جیسے وہ خود پر شبہ کر رہے ہوں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ بات جب باہر نکلے گی تو ان کی اور ادارے کی کتنی سبکی ہو گی لیکن ملکی دفاع کی خاطر یہ قدم اٹھانا ناگزید تھا، یہ سب سوچتے ہوئے انہوں نے سپیشل فون کا ریسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ملایا۔ یہ فون لائن براہِ راست کال کرنے کے لئے استعمال ہوتی تھی اور پی اے کی رسائی اس لائن تک نہ تھی۔

"یس۔۔" دوسری گھنٹی پر ہی کال ریسیو ہو گئی اور ایک باوقار آواز سنائی دی۔

"جنابِ صدر، حسن امیر بات کر رہا ہوں، ایک اہم مسئلہ درپیش ہے۔" انہوں نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"آپ کے لہجے میں پریشانی کی آمیزش ہے، فرمایئے ، میں سن رہا ہوں۔" صدر مملکت نے چونک کر نرم لہجے میں کہا۔

"سر ایک فائل چوری ہو گئی ہے، کوڈڈی زیرو ایکس۔ یہ دراصل ڈبل فائل ہے جس میں دفاع کا نیا پراجیکٹ "عقاب" شامل ہے۔" انہوں نے اس بار قدرے دھیمے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔" دوسری طرف سے اتنا سنائی دینے کے بعد کچھ لمحے خاموشی چھائی رہی۔ "کیسے ہوا یہ؟۔" کچھ دیر بعد پوچھا گیا۔

جواب میں انہوں نے ساری بات بتادی۔

"یہ تو گڑبڑ ہو گئی، اس فائل کی بھنک کیسے اور کسے لگی ہو گی؟۔" صدر نے سوچ میں ڈوبتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال سے 'عقاب' پراجیکٹ کی وجہ سے چوری ہوئی ہے اور اس کام میں کافی لوگ شامل رہے ہیں، کہیں نا کہیں سے بات نکل گئی۔"

"ہو سکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ پراجیکٹ تو بہت عرصہ پہلے شروع ہوا تھا، فائل بھی کافی عرصہ سے موجود تھی، ظاہری طور پر ایسا ہی تھا جیسے ہم بھی اس کو بھول چکے ہوں، پھر اچانک ایسے وقت میں جب ہم عملی قدم اٹھانے والے تھے تب ایسا؟۔"۔۔

"سر، فائل کو جلد از جلد بر آمد کرنا ہو گا اس سے پہلے کہ اس کی ہاتھ سے کاپی بنالی جائے۔" حسن امیر نے کہا۔

"کاپی بن بھی جائے تو ان کے لئے تو بے کار ہی ثابت ہو گی۔" صدر صاحب نے جواب دیا۔

"جی، یہی ایک ترپ کا پتا ہمارے ہاتھ ہے۔"

"اوکے، میں کرنل عابد سے بات کرتا ہوں، وہ آپ سے رابطہ کر لیتے ہیں۔" صدر نے کہا اور کال بند کر دی۔

وزیرِ دفاع نے کال کٹنے پر ریسیور رکھ کر سر تھام لیا اور اگلے پانچ منٹ وہ سر تھامے وہیں بیٹھے رہے۔ ان کا دل تو چاہ رہا تھا کہ فوراً جا کر سٹور روم دیکھیں، سٹور کیپر سے ملیں لیکن کرنل عابد کی متوقع کال کی وجہ سے خود پر جبر کئے بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی تو انہوں نے فوری ریسیور اٹھا لیا۔

"یس۔۔"۔

"سر، انٹیلی جنس چیف کرنل عابد آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" دوسری طرف سے پی اے کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

"کراؤ بات۔" اس نے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کرنل عابد بول رہا ہوں سر۔" دوسری طرف سے بھاری آواز سنائی دی۔

"جی فرمایئے۔" حسن امیر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ایوانِ صدر سے ملنے والی ہدایات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میری ٹیم تھوڑی ہی دیر میں وہاں پہنچ رہی ہے، ٹیم لیڈر کا نام فواد ہے۔" کرنل نے قدرے مودبانہ لہجے میں کہا۔ انٹیلی جنس کا چیف اور موجودہ مسئلے کو دیکھتے ہوئے وہ محتاط انداز میں بات کر رہا تھا۔

"آپ اس معاملے کے نزاکت سے تو واقف ہوں گے؟۔" حسن امیر نے کہا۔

"یس سر، اسی وجہ سے اپنے سب سے بہترین لوگوں کو بھیج رہا ہوں۔" کرنل نے کہا۔

"شکریہ کرنل، یہ معاملہ جتنی تیز رفتاری سے سنبھل جائے اتنا ہی

ہمارے لئے بہتر ہے۔" سر حسن نے کہا۔

"ان شاء اللہ ہم جلد ہی کامیاب ہوں گے۔" کرنل نے کہا۔

"ان شاء اللہ۔" سر حسن نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

اب وہ کچھ دیر کے لئے فون کی جھنجھٹ سے آزاد تھے تو فوری سیٹ چھوڑتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئے تا کہ خود بھی جائزہ لیں سکیں اور انٹیلی جنس کی ٹیم کے لئے بھی ہدایات دے سکیں۔

سوپر فور، انٹیلی جنس کے مشہور اور فعال گروپس میں سے ایک مانا جاتا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے تک اس سیکشن میں ثانیہ، ارشاد، اسد تھے اور فواد بطور لیڈر ان کے ساتھ شامل تھا۔ سیکشن کی کارکردگی کی وجہ سے اس کے ساتھ "سوپر" کا لاحقہ لگتا تھا۔ حالات نے پلٹا کھایا اور ایک مشن ایسا سامنے آیا کہ گرین سروس (سرکاری منظوری سے پہلے) اور سوپر فور کو ایک ہی مشن سونپ دیا گیا جس کا مقصد مشن کی کامیابی کے علاوہ گرین سروس کے ممبرز کی قابلیت کا امتحان بھی تھا۔

سوپر فور نے اس مشن میں اپنے جوہر تو دکھائے لیکن دشمن کی تیز رفتار پیش قدمی اور گہری منصوبہ بندی کی وجہ سے کئی دفعہ گولیوں کا نشانہ

بنے، یہاں تک کہ ارشاد اور اسد کو زخمی ہونے کی وجہ سے واپس پاکسٹیٹ بھیجنا پڑا۔ تعداد میں کمی کے باعث فواد اور ثانیہ نے رضاکارانہ طور پر ساحر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کام کرنا شروع کر دیا تاکہ مشن کو کامیابی سے ہمکنار کیا جا سکے۔

قدم بقدم آگے بڑھتے ہوئے وہ لمحہ بھی آیا کہ گرین سروس کے دو ممبران، ساحر اور جبران کے ساتھ سوپر فور کی ممبر ثانیہ، ایک ٹیم کی صورت میں سلیٹ کے سیکشن ہیڈ کوارٹر پہنچنے میں کامیاب ہوئے اور سوپر فور کی ممبر ثانیہ کے ہاتھوں ہی وہ ہیڈ کوارٹر تباہ ہوا، اس مشن کی کامیابی کے بعد گرین سروس کو باقاعدہ سرکاری تنظیم کا درجہ بھی مل گیا اور ٹیم میں ایک نئی ممبر، ثانیہ کا اضافہ بھی ہوا۔

جہاں گرین سروس میں ایک ممبر کا اضافہ ہوا وہیں سوپر فور میں ایک ممبر کم ہو گیا، پھر جلد ہی ایک مشن میں، انٹیلی جنس کے ایک اور سیکشن، سیکشن فائیو کا ایک ممبر سعد، شہید ہوا اور دوسرا ممبر جمال بھی گرین سروس میں لے لیا گیا، اس طرح انٹیلی جنس کے دو اہم سیکشنوں میں ممبرز کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے انٹیلی جنس چیف کرنل عابد نے گروپوں کو دوبارہ سے ترتیب دینے کا منصوبہ بنایا۔

سوپر فور میں فواد ہی لیڈر تھا، اس کے ساتھ ارشاد، اسد اور زوبی شامل تھے۔ زوبیا پہلے سیکشن فائیو کی ممبر تھی جسے اب سوپر فور میں لے لیا گیا تھا۔ جب سے اس کے سیکشن کا ایک ممبر شہید ہوا اور دوسرا روپوش ہوا تو زوبی نے جیسے خاموشی اختیار کر لی۔ وہ کارکردگی تو برقرار رکھے ہوئے تھی لیکن ایسا لگتا تھا جیسے روبوٹ بن گئی ہو، کام کے علاوہ بات کرنے کی عادت ختم ہو رہی تھی لیکن کرنل عابد کو لگتا تھا کہ یہ سب عارضی ہے اور جلد ہی زوبی پہلے جیسے نارمل ہو جائے گی۔ سوپر فور کو محکمہ دفاع کے دفتر میں چوری ہونے والی فائل کا سراغ لگانے کا کام سونپا گیا تھا جس وجہ سے وہ چاروں اس عمارت کے قریب پہنچ چکے تھے۔

"تم دونوں کینٹین وغیرہ پر سُن گن لو گے جبکہ میں اور اسد دفتر میں چیکنگ کریں گے۔ یہ کاروائی عام سے انداز میں کی جائے گی، اگرچہ یہ تفتیش مجرم کو ہماری طرف متوجہ کر دے گی، اس کے باوجود کوشش ہونی چاہیے کہ خاموشی سے کام ہو۔" فواد نے کہا تو ان تینوں نے اثبات میں سر ہلائے۔

جیپ عمارت کے گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی اور شناختی کارڈ دکھانے پر ان کے لئے گیٹ کھول دیا گیا، شاید ان کے لئے ہدایات دی گئی تھیں

ورنہ صرف کارڈ دکھانے پر داخلہ ممکن نہ تھا۔ گیٹ کے سامنے رکھی رکاوٹوں میں گاڑی زگ زیگ کے سے انداز میں نکلتے ہوئے عمارت کے احاطے میں داخل ہوئی اور مخصوص ایریا میں گاڑی پارک کرتے ہوئے وہ گاڑی سے اترے، لباس ٹھیک کرتے ہوئے چاروں عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ وہ چاروں ہی میک اپ میں تھے اور گاڑی بھی ایسی استعمال کی جارہی تھی جس کا سراغ لگانا اور ان سے تعلق ثابت کرنا ناممکن تھا۔ عمارت میں داخل ہوتے ہی وہ الگ ہوگئے اور فواد، اسد کے ساتھ استقبالیہ کی طرف بڑھ گیا۔ استقبالیہ پر تعارف اور ضابطے کے مطابق چیکنگ کے بعد ایک ملازم انہیں لئے وزیرِ دفاع کے کمرے کی طرف چل دیا۔ ملازم نے مخصوص کمرہ کے سامنے پہنچ کر دستک دی اور دھیمی آواز میں بجنے والی گھنٹی سنتے ہوئے دروازہ کھول کر ادب سے پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوگیا۔ فواد اور اسد اندر داخل ہوئے۔ کمرے کے وسط میں بڑی سی میز کے پیچھے اونچی نشست والی کرسی پر وزیرِ دفاع حسن امیر بیٹھے تھے، ان کی نظریں ورق گردانی میں مصروف رہیں اور فواد اور اسد کے کرسیوں تک پہنچتے ہی انہوں نے نظریں اٹھائیں۔

"السلام علیکم سر۔" فواد نے احترام بھرے لہجے میں کہا۔

"وعلیکم السلام، بیٹھیں۔" انھوں نے کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور فواد اور اسد شکریہ کہتے ہوئے بیٹھ گئے۔

"کیا پئیں گے آپ لوگ؟۔" سر حسن نے پوچھا۔

"سر ہم لوگ ڈیوٹی پر ہیں۔" فواد نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوکے اوکے، میں سمجھ گیا۔ میں نے بذاتِ خود سٹور چیک کیا ہے، وہ تفصیلات درست ہیں جو آپ تک پہنچی ہیں۔ فائل چوری ہی کی گئی ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ جو لوگ سٹور میں داخل ہوئے وہ برسوں سے یہاں کام کر رہے ہیں اور وفادار ہیں۔ اتنے وفادار کہ سمجھیں میں بھی ان کی نسبت کم وفادار ہو سکتا ہوں اس کے باوجود فائل غائب ہو گئی۔" حسن امیر نے فوری بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

"فائل کب سے سٹور میں ہے؟۔" فواد نے پوچھا۔

"فائل تو کم از کم ایک سال سے سٹور میں ہے اور کافی لوگ اس کی اہمیت کے بارے میں جانتے بھی ہیں لیکن اس کی جگہ سے چند ایک لوگ ہی واقف تھے۔"

"دو دن کی چھٹی کے بعد آج دفتر کھلا ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چھٹیوں کے دوران یہ واردات ہوئی ہو اور آج سامنے آئی ہو۔" فواد نے کہا۔

"ہو سکتا ہے لیکن اتنی خاموشی سے نہیں ہو سکتی تھی جیسے آج ہو سکی ہو گی۔ یعنی اگر کوئی باہر کا شخص اندر داخل ہوتا تو اتنے محافظ، کمپیوٹر سکیورٹی، کیمرے وغیرہ ہیں۔"

"میرے خیال سے ہم کمپیوٹر سسٹم کی ہارڈ ڈسک ساتھ لے جائیں تو بہتر ہو گا، اس کی جگہ دوسری ہارڈ لگا دی جائے تاکہ ہم آرام سے جائزہ لے سکیں۔" اسد نے دھیمی آواز میں کہا تو فواد نے اثبات میں سر ہلایا۔

"سر، ہم اس سسٹم کی ہارڈ ڈسک ساتھ لے جانا چاہتے ہیں اور ہمیں وہاں کا جائزہ بھی لینا ہے۔" فواد نے سر حسن سے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" انہوں نے کہا اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ "میں آپ کے ساتھ ہی چلتا ہوں۔" کہتے ہوئے وہ دروازے کی طرف بڑھے اور تھوڑی ہی دیر میں وہ تینوں سٹور روم میں تھے جہاں سے فائل چوری کی گئی تھی۔

دارالحکومت کی ایک ذیلی سڑک سے گاڑیوں کا قافلہ ایک مرکزی سڑک کی ٹریفک میں شامل ہوا۔ ٹریفک میں شامل ہونا تو غلط ہوگا کیونکہ اس قافلے کے مرکزی سڑک تک پہنچنے سے پہلے اور اس موڑ سے کافی پہلے ساری ٹریفک روک دی گئی تھی تاکہ قافلے کو کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس قافلے میں کسی ایک گاڑی میں یوسف خاقانی موجود تھا۔ یوسف خاقانی حال ہی میں پاکسٹیٹ لوٹا تھا۔ اس کے لوٹنے کی اکلوتی وجہ اپنے ملک سے پرخلوص رشتہ تھا۔ وہ عصرِ حاضر کا جانا مانا سائنسدان تھا۔ مصنوعی ذہانت کے میدان میں اس کی مہارت کے چرچے یورپی ممالک تک تھے اور وہ بیش بہا مراعات اور آفرز ٹھکرا کر ملک لوٹا تھا، اس کے واپس آنے میں حکومت کی محنت بھی قابلِ ذکر

تھی لیکن یہ تمام کوششیں "آف دی ریکارڈ" تھیں۔

خاقانی، ایک ادھیڑ عمر شخص تھا جو ورزش کا عادی ہونے کی وجہ سے مضبوط جسم کا مالک تھا، درمیانہ قد اور کشادہ کندھے۔ سر پر سفید بال، بالوں کی سفیدی سے تو لگتا تھا کہ وہ ساٹھ کی حد بھی پھلانگ چکا ہے جبکہ حقیقتاً وہ چالیس کے قریب تھا۔ اس کے بازو، اپنی جسامت کے لوگوں کی نسبت پتلے اور قدرے لمبے تھے، ان کی لمبائی کے اعتبار سے اس کا قد چھ فٹ ہی ہونا چاہیے تھے لیکن ایسا تھا نہیں، یہی وجہ تھی کہ وہ لوگوں میں رہتے ہوئے یا تو ہاتھ سینے پر باندھے رکھتا یا پھر جیبوں میں، تاکہ یہ فرق کم محسوس ہو اور بازوؤں کی لمبائی کی وجہ سے نظر یا زبان کا مرکز نہ بنے۔

"مصنوعی ذہانت کی وجہ سے فوائد کے ساتھ ساتھ نقصانات بھی تو بہت ہیں۔" قافلے میں شامل ایک کار کے ڈرائیور نے ساتھ بیٹھے محافظ سے کہا، اس کار میں وہ دونوں ہی تھے۔

"انسان کی تخلیق کردہ کونسی ایسی شے ہے جس کے صرف فوائد ہی ہوں؟۔" محافظ نے بھاری آواز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر بھی، عام تاثر تو یہ ہے کہ اس سے بے روز گاری بہت بڑھ جائے گی جو کہ دیکھا بھی جا سکتا ہے۔ "ڈرائیور نے کہا۔

"اثر تو ضرور پڑتا ہے لیکن انسان کی ضرورت کو کبھی ختم نہیں کیا جا سکتا ۔ مصنوعی ذہانت بھی انسانی ذہن پر ہی انحصار کرتی ہے۔ " محافظ نے جواب دیا۔

"کیا ہو اگر مصنوعی ذہانت اتنی طاقتور ہو جائے کہ انسان اس کا محکوم ہو جائے۔ "ڈرائیور نے جھر جھری لی۔

"انسان اشرف مخلوق ہے اور جب تک اس کا وجود ہے یہ بات اس پر لاگو ہی رہے گی۔ " محافظ مسکرایا۔

"یہ بات تو ہمارے لئے ہے۔ جو مسلمان نہیں، اگر وہ یہ سوال کریں تو آپ کیسے
مطمن کریں گے ؟۔ "۔ڈرائیور بھی مسکرایا۔

"اصل بات یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے باوجود ہم خوفزدہ رہتے ہیں اور منطق کو اپنا سہارا سمجھتے ہیں۔ اگر منطقی جواب چاہیے تو اس کا جواب بہت سادہ ہے۔ کسی سے بہتر ہونے کے لئے پہلے تو اسے مکمل طور پر سمجھنا پڑتا ہے، پھر ایک قدم آگے ہونا پڑتا ہے تو مصنوعی ذہانت تبھی

حاوی ہو سکتی ہے جب وہ انسان کو مکمل طور پر سمجھنے پر قادر ہو جائے جو میرے نزدیک ممکن نہیں۔ مصنوعی ذہانت، انسان کی ذہانت کو تو ماپ نہیں سکتی، اس کی بیوقوفیوں اور غلطیوں کو کیسے ماپ سکے گی؟۔ اس کی غلطیاں بھی بعض اوقات مفید ثابت ہوتی ہیں۔"۔ محافظ نے سکرین سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

اس قافلے میں چھ گاڑیاں تھیں، جن میں چار کاریں اور دو کھلے چھت والی فوجی جیپیں تھیں۔ قافلہ اس وقت شہر کے مرکز کی طرف بڑھ رہا تھا اور پہلے سے زیادہ رش میں گھستا چلا جا رہا تھا۔

"میں سمجھا نہیں سر۔"۔ ڈرائیور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"انسان کے سارے فیصلے منطق پر پورے نہیں اترتے، کبھی درست فیصلہ تو کبھی غلط اور نتائج خلافِ توقع۔ ہمارے مطابق نتائج کا معاملہ اللہ پر ہے، کچھ کے مطابق یہ destiny ہے۔ فیصلے کا اچھا یا برا ہونا، فیصلے کے نتائج پر بھی انحصار کرتا ہے۔ ہم فیصلہ کرتے ہوئے ماضی، حال اور مستقبل سے متاثر ہوتے ہو رہے ہوتے ہیں جو ہمیں طاقتور بھی بناتے ہیں تو اکثر کمزور بھی کرتے ہیں لیکن یہ کمزوری ہی ہمیں ایک دوسرے سے جوڑ کر رکھتی ہے، کمزور ہونا بھی مفید ثابت ہوتا ہے، مصنوعی

ذہانت ان سب عوامل سے نابلد ہی رہے گی اور بات منطق پر ہی جانچی جائے گی۔ سب سے اہم بات ہے کہ خالق کا فرق ہے، انسانی ذہانت کا خالق وہ ہے جو بے عیب ہے، اور مصنوعی ذہانت کے ہم لوگ۔"

"آپ کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔" ڈرائیور نے کہا۔

"یہ بھی بہتر ہے، جتنا بڑا سر، اتنا ہی درد۔" محافظ مسکرایا۔

عین اسی وقت، جب قافلہ ایک تنگ چوک سے گزر رہا تھا، دھماکے سے پہلی گاڑی لڑکھڑائی اور پھر بائیں طرف کو دوڑتی ہوئی ایک پلازہ کی باؤنڈری وال توڑتے ہوئے اندر گھس گئی۔ دوسری طرف، دھماکے کے فوراً بعد پچھلی گاڑیاں رکیں اور ان میں سے اسلحہ بردار اترے، وہ دائرہ بنائے، پہلی کار کو حلقے میں لینے لگے لیکن اسی وقت شائیں کی آواز کے ساتھ اس کار کے نیچے کچھ گھسا اور دھماکے سے کار ہوا میں بلند ہوئی اور ابھی ہوا میں تھی کہ دھماکے سے پھٹ گئی۔ جو اہلکار کار کے قدرے قریب پہنچ چکے تھے، وہ تو اڑ کر کہیں کے کہیں پہنچ گئے اور جو دور تھے، کار کو پھٹتا دیکھ کر سر پر بازوؤں کی چھاؤں کئے دور ہٹتے چلے گئے۔

اہلکار اب آنکھیں سکوڑے ، منہ کھولے کچھ سننے کی کوشش کر رہے تھے کیونکہ دھماکے نے سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور اس وقت سیٹی

کے علاوہ کانوں میں کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔ پھٹنے والی کار کا ملبہ ادھر ادھر بکھرا ہوا تھا، پلازہ کے احاطے میں گھسنے والی گاڑی میں سوار محافظ بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ ان میں سے کسی نے ایمرجنسی بیک اپ اور ایمبولنس کے لئے کال کر دی تھی۔

آس پاس شاپنگ پلازہ میں موجود افراد سہم کر دیواروں سے جا لگے تھے، اہلکار بھی کونے کھدروں میں پوزیشنز لے چکے تھے لیکن ان کے دل اس چوزے کی طرح دھڑک رہے تھے جس پر باز ایک بار جھپٹ چکا ہو۔

شام کے اخبار میں ڈاکٹر یوسف خاقانی کی اس دھماکے میں موت کی خبر چھپی تھی۔ ڈاکٹر کی لاش ملنا تو نصیب نہیں ہوئی تھی، صرف چہرے کا ایک حصہ ملا تھا جس سے یہ شناخت ہو پائی کہ جو کار دھماکے سے اڑی تھی، اس میں ڈاکٹر ہی سوار تھے۔ ملک کے لئے یہ بہت بڑا نقصان تھا جس پر میڈیا بین کر رہا تھا، یہ شام، شہر کے لئے رقیب سے اپنے محبوب کی شادی کا دن محسوس ہو رہی تھی۔

فواد سوچ میں ڈوبا، لان میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے قریب ہی چھوٹی سی تپائی پر دو موبائل فون اور ایک وائرلیس سیٹ رکھا ہوا تھا۔ اس نے سر حسن کے ساتھ مل کر اس کمرے کا معائنہ کیا تھا لیکن کسی قسم کا بھی سراغ حاصل نہ کر سکے۔ پھر وہ سی سی ٹی وی فوٹیج لے کر سیکشن ہاؤس پہنچ گئے۔ یہاں سے اس نے ٹیم ممبرز کو ان تین افراد سے تفتیش کرنے بھیج دیا جو سٹور روم میں جانے کی اجازت رکھتے تھے اور فائل چوری ہونے والے دن بھی وہاں دیکھے گئے۔ ان سے ابتدائی پوچھ گچھ میں کچھ بھی حاصل نہ ہو سکا تو فواد نے سب کو میک اپ کر کے ان کی نگرانی کرنے کا کہا اور خود وہ ویڈیو دیکھتا رہا۔ اس نے مختلف خیالات

کے تحت مختلف دنوں اور اوقات کی ویڈیو دیکھی۔ فائل چوری ہونے والے دن کی مکمل ویڈیو دیکھی لیکن فائل کی طرف کسی کو بھی بڑھتے نہ پایا۔ فائل کی چوری ایک گورکھ دھندہ بنتی نظر آرہی تھی۔ جب وہ ویڈیو سے اکتا جاتا تو فونز سمیت لان میں ٹہلنے نکل آتا۔ اب بھی وہ مختلف امکانات پر غور کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے پر چونک کر رکا اور پلٹ کر تپائی کی طرف بڑھا۔

"ہیلو۔"۔ فواد نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کوئی اپ ڈیٹ نہیں ہے، سب کچھ نارمل ہے۔"۔ دوسری طرف سے اسد کی بوریت سے بھرپور آواز سنائی دی۔

"باقی دونوں سے بھی رپورٹ لو، اگر یہی رپورٹ ہے تو سیکشن ہاؤس پہنچو سب۔" کہتے ہوئے اس نے کال بند کر دی۔

اسد کا جواب سن کر اسے کوفت ہوئی تھی۔ کیس ملے آج دوسرا دن تھا اور معمولی سا کلیو بھی ہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے فائل چوری ہوئی ہی نہ ہو اور انہیں بیکار میں بھگایا جا رہا ہو۔ اسی ادھیڑپن میں پونا گھنٹہ گزر گیا اور گیٹ پر ہارن کی آواز سن کر وہ چونک گیا۔ گیٹ کے ساتھ موجود چھوٹی سے کوٹھڑی سے گیٹ کیپر نکلا اور گیٹ کھول دیا،

یکے بعد دیگرے تین چھوٹی کاریں اندر داخل ہوئیں جنہیں نظر انداز کرتے ہوئے فواد پھر سے سوچوں میں گم ہو گیا۔

"مجھے تو لگتا ہے کہ ہم غلط لوگوں پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔" اسد کی آواز سنائی دی۔

"یہ کام تو ایسا ہی ہے، مشکوک افراد کی نگرانی سے ہی کچھ سامنے آ سکتا ہے۔" ارشاد نے جواب دیا۔

اتنی دیر میں وہ فواد کے پاس پہنچ گئے اور ان کے پیچھے ہی ملازم پلاسٹک کی کرسیاں اٹھائے پہنچ گیا۔ کرسیاں سیٹ کر کے ملازم کے دور جانے تک وہ چپ ہی رہے۔

"معاملہ بہت پیچیدہ ہے، نگرانی والا کام ہم ہی کرتے رہے تو اور نجانے کیا نقصان ہو جائے۔" فواد نے کہا۔

"کچھ دوسرے لوگوں کو شامل کرنا پڑے گا لیکن صرف نگرانی کی حد تک۔" زوبی نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔

"بالکل، لیکن سوال یہ ہے کہ ہم خود کیا کریں؟۔ کوئی سراغ بھی تو نہیں ہمارے پاس"۔ "ارشاد نے کہا۔

"دراصل ہم سے لنک ٹریس ہی نہیں ہو پایا۔ فرض کرو کے ان تین

لوگوں میں سے ہی کسی نے فائل چرائی ہے تو پھر بھی آفس میں کوئی اور ایسا ضرور ہونا چاہیے جو ان کی نگرانی پر مامور ہو۔ اور اگر یہ تینوں مجرم نہیں تو پھر بھی کوئی چوتھا ہونا چاہیے۔" فواد نے کہا تو سب چونک گئے۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وہ شخص بھی تو ہے جس نے سر حسن امیر کو اطلاع کی تھی"۔ اسد نے میکانکی انداز میں کہا۔

"دوبارہ چلیں کل پوچھ گچھ کے لئے؟"۔ ارشاد نے سوالیہ نظروں سے فواد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال سے۔۔۔"۔ فون کی گھنٹی نے فواد کو بات پوری نہ کرنے دی۔

"یس۔۔" اس نے چھوٹے موبائل پر کال اٹنڈ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کے لئے ایک اطلاع ہے۔"۔ دوسری طرف سے کسی نے سر گوشی کی۔

"کیا۔؟۔" وہ چونک کر سیدھا ہوا تو باقی بھی متوجہ ہو گئے۔

"آپ کو ابھی تک خبر نہیں ملی؟۔" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"سیدھی بات کرو۔" فواد غرایا۔

"سس۔ سوری۔ مصنوعی ذہانت پر کام کرنے والے ڈاکٹر یوسف خاقانی

کو آج قتل کر دیا گیا ہے۔" سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اوہ، کب اور کہاں؟۔"۔ فواد نے پوچھا تو دوسری طرف سے تفصیل بتائی گئی۔

"میرے لئے اس میں کیا خاص ہے؟۔"۔ فواد نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ اس فیلڈ سے متعلق کچھ ہو تو۔۔"

"مجھے یاد ہے جو کچھ کہا تھا، یہ خبر تو دیر سویر سن ہی لیتا۔" فواد نے بات کاٹ دی۔

"میں نے وہاں جینی گروپ کے ایک آدمی کو راکٹ لانچر کے ساتھ دیکھا تھا۔" دوسری طرف سے کہا گیا تو فواد جھٹکے سے کھڑا ہو۔

"کیا تمہیں یقین ہے؟۔"۔ فواد نے پر جوش لہجے میں پوچھا۔

"دو سو فیصد۔ وہ جینی کے گروپ کا ہی آدمی تھا۔"

"ویری گڈ، تمہارا انعام ڈبل۔ کچھ اور ہو تو ضرور بتاؤ۔" فواد نے چہک کر کہا۔ "اس کا نام، حلیہ بتاؤ جلدی سے۔"

"فی الحال اتنا ہی ہے، میرا نام نہ سامنے آئے ورنہ وہ جینی مجھے زندہ جلا دے دگی۔" دوسری طرف سے خوفزدہ لہجے میں منت کی گئی۔

"ڈونٹ وری، تم میرے قیمتی انفارمر ہو۔ بائے۔" کہتے ہوئے فواد نے کال بند کی اور ٹیم کی طرف مڑا۔

"کیا ہوا؟۔ بہت پرجوش نظر آرہے ہو؟۔"۔ اسد نے پوچھا۔

"کلیو مل گیا۔" فواد نے کہا تو سب اچھل پڑے۔

"کیسے ؟۔" انہوں نے بیک زبان کہا۔

"آج مصنوعی ذہانت سے متعلق ایک سائنسدان کا قتل ہوا ہے، اسے قتل کرنے والا جینی گروپ کا ایک آدمی ہے۔" فواد نے کہا۔

"مصنوعی ذہانت کے سائنسدان کا اس کیس سے کیا تعلق ؟۔" ارشاد نے الجھی نظروں سے فواد کو دیکھا۔

"جس پراجیکٹ کی فائل چوری ہوئی ہے وہ مصنوعی ذہانت سے متعلق ہی ہے۔" فواد نے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو قدرت ہم پر مہربان ہوئی۔" زوبی نے کہا۔

"فائل چوری کر لی گئی، ایک اہم سائنسدان کو قتل کر دیا گیا اور ہم لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔" اسد نے کہا۔

"مسئلہ یہ بھی کہ ہمیں پوری تفصیل نہیں بتائی گئی، سائنسدان کو اگر خطرہ تھا تو ہمیں اس کی سکیورٹی کے لئے کہا جاتا یا ہو سکتا ہے کسی گروپ

کے ذمے یہ کام بھی لگایا گیا ہو، فی الوقت ہمیں اپنا کام دیکھنا ہے، ہمیں جینی گروپ کو کَور کرنا ہے۔" فواد نے کہا۔

"گویا موت سے سلام دعا کرنی ہے۔" ارشاد نے کہا۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔" زوبی نے بے جان سے لہجے میں کہا۔

"تیاری کرو، مزید دیر برداشت نہیں کی جا سکتی۔" فواد نے کہا تو سب سر ہلاتے ہوئے کھڑے ہوئے۔

"سائنسدان والا معمہ بھی حل ہو سکے تو کریں گے لیکن اولین ترجیح فائل برآمد کرنا ہے لہذا جس اہم مہرے پر بھی ہاتھ ڈالیں گے، اس سے اس کے بڑے کے بارے میں پوچھیں گے اور جینی تک پہنچنے کے لئے سارے پاپڑ بیلنے پڑیں گے، وہ آسانی سے ہاتھ لگنے والی نہیں۔" فواد نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور چاروں آگے پیچھے چلتے ہوئے عمارت کی طرف بڑھ گئے، ان کے ایکشن میں آنے کا وقت ہو گیا تھا۔

جینی کلب کی مالکہ جینی، دراز قد اور حسین و جمیل خاتون تھی۔ لگ بھگ تیس سالہ جینی کے خدو خال اگرچہ یورپین ممالک کی یاد دلاتے جبکہ رنگ و انداز ایشیائی چغلی کھاتا تھا۔ جینی کے والد کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ کمائی کے لئے یورپ گیا تھا اور وہاں سے ایک فرنگی عورت کمالایا جو جینی کے جنم کے بعد چل بسی۔ جینی کا والد جو یورپ جانے سے پہلے سادہ طبیعت اور سات لڑکیوں سا لڑکا تھا، یورپ سے واپسی پر وہ تیسری صنف سے بھی زیادہ پر اعتماد نظر آنے لگا اور آنکھ مٹکے تو بائیں ہاتھ کا کھیل تھے۔ شراب کی ایسی لت لگی کہ اس نے جینی کو بھی لات مار دی۔ اس کے بعد سے جینی کلب کی مالکہ بننے تک جینی کہاں رہی،

کسی کو خبر نہیں تھی لیکن جینی کا یہ ماضی سنا سنایا ہی تھا، اس نے خود کبھی کسی سے یہ باتیں نہیں کی تھیں۔ وہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ کانوں میں رس گھولنے والی نرم اور سریلی آواز کی مالکہ تھی لیکن ذہنی طور پر بہت ہی سخت تھی۔ اس کے فیصلے ایسے ہی ہوتے تھے جیسے وہ نفسیاتی مریضہ ہو، اس وجہ سے لوگ اس سے کتراتے تھے۔ اس کے ماتحت اور نائبین تک اس کے سامنے بات کرنے سے جھجک محسوس کرتے تھے اور اس کے قریب بیٹھنے کی تو آج تک کسی کی لاٹری نکلی نہ تھی۔

وہ اس وقت انتہائی چست لباس پہنے، بالوں کا اونچا جُوڑا بنائے، آفس میں موجود تھی لیکن آفس کا کام دیکھنا اسے پسند نہیں تھا اس لئے اس کا آفس بھی ڈرائنگ روم جیسا ہی تھا۔ کاؤچ پر نیم دراز وہ ایک انگلش فلم دیکھ رہی تھی۔ فون کی مترنم گھنٹی سن کر اس نے منہ بناتے ہوئے فلم کو روکا۔

"جینی۔"۔ اس نے سریلی آواز میں کہا۔

"مادام، ایک نوجوان جوڑا آپ سے ملنے آیا ہے۔"۔ دوسری طرف سے مودبانہ آواز سنائی دی۔

"تم نے بتایا نہیں کہ میں کسی سے نہیں ملتی۔"۔ اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"ی۔یس۔ مم۔مادام لیکن یہ پپ۔۔پولیس۔"۔ شائد دوسری طرف موجود شخص جانتا تھا کہ نرم لہجے میں بھی کچھ چھپا ہے جس وجہ سے وہ ہکلا گیا۔

"پولیس۔۔"۔ جینی نے کہا اور پھر سوچ میں ڈوب گئی، فون پر بھی خاموشی چھا گئی۔

"اوکے، بھیج دو۔"۔ آخرکار جینی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور ریسیور رکھ کر کھڑی ہوئی۔ اس نے دیوار پر چپ چاپ لٹکی ایل سی ڈی کو بند کیا اور طویل انگڑائی لیتے ہوئے صوفوں کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کی پریشانی، تجسس یا سوچ کے آثار نظر نہ آرہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں مترنم گھنٹی کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا اور ایک نوجوان جوڑا اندر داخل ہوا۔ وہ باوقار چال چلتے ہوئے جینی کی طرف بڑھتے چلے آئے۔

"ہیلو مادام، میرا نام ذیشان ہے اور یہ ماریہ۔ ہم سپیشل پولیس سے ہیں۔

"نوجوان نے صوفوں کے پاس پہنچ کر نرم لہجے میں کہا۔

"بیٹھیے پلیز۔۔ کیا لیں گے آپ؟۔" جینی نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ مادام، ہم آپ سے کچھ معلومات چاہتے ہیں بس۔" نوجوان نے کہا اور دونوں جینی کے سامنے صوفے پر جم گئے۔

"فرمائیے۔"۔ جینی نے گہری نظروں سے نوجوان کا جائزہ لیا تو نوجوان اس کی بے باکی کی وجہ سے قدرے الجھ سا گیا، یہ محسوس کر کے جینی مسکرا دی۔

"ہم معذرت خواہ ہیں کہ چھوٹے سے کام کے لئے آپ کا وقت برباد کیا لیکن۔۔۔ آپ کے گروپ کا ایک آدمی ہے رَسل۔ وہ کہاں مل سکے گا؟۔" نوجوان نے معذرت بھرے لہجے میں کہا لیکن جینی رسل کا نام سن کر لمحہ بھر کے لئے چونک گئی۔

"کیا ہوا؟۔" ماریہ نے جینی کو چونکتے دیکھ کر پوچھا۔

"حیرت ہے کہ آج تک سپیشل پولیس میرے لئے نہیں آئی، رسل کب سے اتنا اہم ہو گیا؟۔" جینی نے مسکرا کر بات ٹال دی۔

"یعنی آپ رسل کو جانتی ہیں۔"۔ نوجوان نے کہا۔

"بالکل، میں اپنے گروپ کے لوگوں کو جانتی ہوں۔" جینی نے اثبات

میں سر ہلایا۔

"تو آپ ان کی سرگرمیوں کے بارے میں بھی علم رکھتی ہوں گی۔"۔ لڑکی نے کہا۔

" ظاہری سی بات ہے۔"۔ جینی نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اس بے تکی بات کی ان دونوں سے امید نہ رکھتی ہو۔

" آپ نے شام کی خبریں پڑھی یا سنیں ہیں؟۔"۔ ذیشان نے پوچھا۔

" آفیسر، پہیلیاں بوجھنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں۔" جینی نے ناگواری سے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" آئی ایم سوری مادام۔ دراصل آج ایک بہت ہی اہم سائنسدان کا قتل ہوا ہے جس میں آپ کے آدمی رسل کے شامل ہونے کا گواہ ہے ہمارے پاس۔"۔ نوجوان نے کہا تو جینی ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟؟۔"۔ وہ جیسے سکتے کی حالت میں تھی۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر ان دونوں نے الجھی ہوئی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا جیسے جینی سے اس حرکت کی امید نہ ہو۔

"تو آپ اپنے گروپ کی اس حرکت سے واقف نہیں ہیں؟۔" ذیشان نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آفیسر، رسل کا شامل ہونا ابھی تک ثابت نہیں اور اگر ثابت ہو بھی جائے تو آپ مجھ پر یا میرے گروپ پر اس طرح الزام نہیں لگا سکتے، ثبوت کے بغیر فضول بات مت کریں۔"۔ وہ اچانک لگنے والے شاک سے سنبھل گئی تھی اور لہجے کی مٹھاس لوٹ آئی تھی۔

"دیکھیئے مادام، معاملات اتنے سادہ بھی نہیں جتنے آپ محسوس کر رہی ہیں، اعلیٰ حکام بھی چاہتے ہیں کہ ہم جلد از جلد اس کیس کو حل کریں اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کو کسی وجہ سے پچھتانا پڑے۔"۔ اس بار ذیشان کا لہجہ قدرے سخت تھا۔

"آئی ایم سوری آفیسر، بس مجھے حیرت تھی کہ رسل اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا سکتا ہے جبکہ میرا گروپ اس طرح کی غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث نہیں رہتا۔"۔ اس بار جینی نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ وہ یقیناً سامنے والے کے ذہن کے مطابق بات کرنا جانتی تھی۔

"یعنی آپ کے علم میں نہیں کہ آپ کے ملازم کیا کرتے رہتے ہیں؟۔" ذیشان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"جی، ملازم ہیں، غلام تو نہیں۔ ان کی ذاتی زندگی بھی ہے جس میں دخل دینے کا میرا کوئی حق نہیں۔" وہ مسکرائی۔

"اوکے۔ اگر کسی بھی سطح پر آپ کی شمولیت کا اشارہ ملا تو ہم میزبانی ضرور کریں گے۔" ذیشان نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا، اس کے ساتھ ہی لڑکی بھی کھڑی ہوئی اور دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے باہر کو بڑھ گئے۔

ان کے نکلتے ہی جینی کھڑی ہوئی اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی اور دروازہ اندر سے لاک کر کے الماری کی طرف بڑھ گئی۔ الماری کھول کر مخصوص جگہ پر پاؤں کی ٹھوکر ماری تو الماری میں ایک دروازہ نمودار ہوا۔ وہ دروازے سے گزری تو عقب میں خودکار انداز میں دروازہ بند ہوتے ہی چٹک کی آواز سے راہداری میں روشنی ہو گئی اور جینی مسکرا کر آگے بڑھ گئی۔

راہداری کے آخر میں اکلوتے کمرے کے سامنے رکی اور دروازہ خود ہی کھل گیا۔ وہ اندر داخل ہوئی۔ اندر کمرے کے وسط میں جہازی سائز کا بیڈ تھا جس کی دوسری طرف کمرے کا پورشن آفس کی طرح سجایا گیا تھا، آفس ٹیبل کے سامنے، ریوالونگ چیئر پر جینز اور بنیان پہنے، ورزشی جسم کا مالک گارڈین بیٹھا تھا جس کی انگلیاں لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر یوں چل رہی تھیں جیسے گرمی میں بجلی کا میٹر۔ وہ نہایت توجہ سے کسی کام میں مگن تھا۔ جینی اسے دیکھ کر مسکراتی ہوئی میز کی دوسری جانب رکھے

صوفہ پر جم گئی۔

"لگتا ہے تمہیں وہ نوجوان پسند آیا۔"۔ گارڈین نے سکرین سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

"ابھی تک تو تم بھی مجھے پسند نہیں آئے، وہ بیچارہ تو قطار میں بہت پیچھے ہے۔" جینی نے منہ بنایا۔

"چلو قطار میں تو ہے۔ ویسے عمر گزر رہی ہے، کسی کو پسند کر لو۔" گارڈین نے کہا۔ وہ ابھی بھی کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔

"اگرچہ ہم صرف دوست ہیں، اس کے باوجود میں سامنے والے کا تم سے ہی موازنہ کروں گی، پھر پسند کروں گی۔" جینی نے کہا۔

"اس ملک میں تو مشکل ہے۔ نہ کوئی میرے جیسا ہے نہ کوئی تمہاری ان عادتوں کو برداشت کرے گا۔"۔ گارڈین نے پہلی بار سکرین سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"تمہارا مطلب چست لباس سے ہے؟۔"۔ جینی نے تصدیق چاہی۔

"ہاں۔ یہاں چاہے سب کو تم اسی لباس میں پرکشش لگتی ہو پھر بھی تمہیں نہیں اپنائیں گے، میں بہت جلد ان کی روایات کو سمجھ گیا ہوں۔" گارڈین نے کہا۔

"وہ تو سمجھنا ہی تھا، کمپیوٹر سے کون جیت سکتا ہے۔" جینی نے قہقہہ لگایا۔

"یہ رَسل کون ہے؟۔"۔ گارڈین نے پوچھا۔

"گروپ کا بہت اہم ممبر ہے۔"۔ جینی نے کہا۔

"ختم کر دو۔" گارڈین نے عام سے لہجے میں کہا تو جینی چونک گئی۔

"کیا مطلب؟۔ وہ میرا بہت اہم آدمی ہے، ایسے کیسے۔؟۔" جینی نے حیرت سے کہا۔

"ختم کر دو، ایک بار کہا جو ہے۔" گارڈین غرایا تو جینی سہم گئی، پہلی بار جینی ایک سہمی ہوئی بچی محسوس ہو رہی تھی۔

"کک۔ کر۔ دیتی ہو۔ آئی۔۔ آئی ایم س۔ س۔۔" جینی ہکلائی۔

"گٹ آؤٹ۔" گارڈین غرایا تو جینی یوں اٹھ بھاگی جیسے اس کے پیچھے موت لگی ہو، اس کے نکلتے ہی دروازہ بند ہوا اور جینی خفیہ دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پانی تیر رہا تھا اور مٹھیاں یوں بھنچی ہوئی تھیں جیسے ساری طاقت دونوں ہاتھوں میں سما گئی ہو۔

دروازہ بند ہوتے ہی گارڈین نے فلک شگاف قہقہہ لگایا اور پھر اپنے سر کے عقب میں چپت لگائی۔ "تم بہت شیطان ہو گارڈی۔۔" وہ بڑبڑایا۔

"یہ لوگ پولیس سے زیادہ ہی گہرے تھے۔ پولیس والے یوں دب کر پینترہ نہیں بدلتے نہ ہی کسی کی برتری تسلیم کرتے ہیں جیسے یہ روپ بدل رہے تھے۔" وہ بڑبڑایا اور سائیڈ پر رکھا جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر اٹھا کر کال کرنا شروع کیا۔

"یس باس، راما اٹنڈنگ یو۔"۔ راما کی سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"تمہارے لئے ایک کام ہے، ایک پنجرہ تیار کرنا ہے۔ شکار کھیلنے کا وقت آگیا ہے۔" گارڈین نے تفصیلی ہدایات دینی شروع کیں۔

اسد عام لباس میں گلی کی ایک نکڑ پر کھڑا تھا، اس کے چہرے پر گھنی، الجھی ہوئی داڑھی کا اضافہ ہو چکا تھا، ہاتھوں پر مصنوئی کَور چڑھائے گئے تھے جن کی وجہ سے وہ مکینک محسوس ہوتا تھا۔ بالوں کو گوند سے سر پر چپکایا گیا تھا اور ہونٹوں اور دانتوں پر مصنوعی رنگ لگا کر "پان خوری" کا سرٹیفیکیٹ دیا گیا تھا۔

شہر کے درمیان ہی پرانی کالونی بھی تھی۔ پرانی کا مطلب یہی تھا کہ پرانی عمارتیں تھیں، پرانے لوگ تو کب کے مٹی ہو چکے تھے، نئ فصل آباد تھی جس کے نئے نئے کارنامے تھے۔ ایک کے کارنامے کی وجہ سے اسد وہاں کھڑا تھا۔ رَسل، جس کا اصل نام رَوی کمار تھا، سیاہ رنگ

کی وجہ سے خود کو کالا انگریز ثابت کرتا تھا تاکہ رنگت کی وجہ سے شرمندہ ہونے کی بجائے فخر کرسکے۔ اس شوبازی میں وہ رَسل کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ ذریعہ معاش اس کا وہی تھا جو غنڈوں کا ہوتا ہے لیکن رَسل ذرا اونچے درجے کا غنڈہ اور جینی گروپ کا اہم ممبر تھا۔ ٹھنڈے دماغ کا زہریلا سانپ کسی کا بھی قتل کرنے سے نہیں جھجکتا تھا یہاں تک کہ وہ اچھے پروفائل والے خاندانوں کے بچوں پر ہاتھ صاف کرنا بھی شہرت میں اضافہ سمجھتا تھا۔

وہ گزشتہ رات ہی رَسل کی رہائش گاہ پر پہنچے تھے لیکن رَسل نہ مل سکا، اس کے بعد انہوں نے شہر میں بھی اسے تلاش کیا لیکن نامراد ہی رہے۔ اب بھی عملے کے تین اور آدمی بھی وہاں نگرانی پر ہونے کے باوجود اسد اور ارشاد بھی تھے۔ دن بھر، اسد سے پہلے ارشاد، میک اپ میں وہاں کافی دیر منڈلاتا رہا تھا اور پھر ڈیوٹی بدل لی گئی تھی۔ ارشاد اب، اسد سے کافی فاصلے پر ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں موجود تھا اور سستا رہا تھا جبکہ اسد رَسل کے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ فواد، زوبی کے ساتھ جینی کلب گیا ہوا تھا اور فواد کے اندازے کے مطابق، ان کے وہاں سے نکلتے ہی یا تو رَسل پر حملہ ہو گا یا اسے کہیں چھپنے کا کہا جائے گا۔

یہاں سے اسد اور ارشاد کا کام شروع ہو جاتا کہ وہ رسل کا پیچھا کرتے۔ اچانک اسد ہڑبڑا کر سیدھا ہوا، ایک پلازہ سے رَسل برآمد ہوا تھا۔ اسد تیزی سے گلی میں داخل ہو گیا تاکہ رسل اسے گزرتے ہوئے دیکھ نہ سکے۔ ساتھ اس نے جیب سے چھوٹا سا بٹنوں والا فون نکال کر ارشاد کا نمبر ملایا۔ دوسری طرف سے کال کٹنے پر وہ سمجھ گیا کہ ارشاد الرٹ ہو گیا ہے۔ تھوڑا سا چلنے کے بعد وہ واپس مڑا اور مرکزی سڑک پر چڑھتے ہی اس کی نظر دور جاتے ہوئے رَسل پر پڑی جو شاید ٹیکسی کے لئے ہی جا رہا تھا۔

اسد تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا اور تیسری گلی میں موجود ایک فلٹریشن پلانٹ کے ساتھ کھڑی اپنی پرانی موٹر سائیکل سیدھی کی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ارشاد کی ٹیکسی کے پیچھے پیچھے تھا۔ عقبی سکرین میں اسے کسی کا سر نظر آرہا تھا، ظاہر تھا کہ ارشاد کو من چاہی سواری مل گئی تھی۔ اپنے لوگوں کی گاڑی اور موٹر سائیکلوں سے تو وہ واقف تھا، لہٰذا اسد نے ٹیکسی کا مناسب فاصلہ رکھا ہوا تھا کہ تاکہ اگر کوئی اور بھی رسل کا تعاقب کر رہا ہوتا تو اسے دیکھا جا سکتا۔ ٹیکسی تیزی سے مرکزی سڑک پر آگے بڑھتی ہوئی ایک ذیلی سڑک پر مڑی جو آگے جا

کر مضافات کی طرف جاتی تھی۔

رش سے نکل کر ٹیکسی واقعی مضافات کی طرف بڑھنے لگی اور اب انٹیلی جنس کے عملے کی دو موٹر سائیکلوں اور ایک کار کے علاوہ چند ایک کاریں اور دو چار موٹر سائیکلیں ہی آگے پیچھے رواں دواں تھیں لیکن اتنی بڑی سڑک پر اتنی سی ٹریفک "سڑک پر زیرہ" ثابت ہو رہی تھی۔ جیسے ہی ٹیکسی ایک چوراہے سے گزری تو سگنل پر رکی ٹریفک میں سے ایک کار تیزی سے ٹیکسی کی طرف بڑھی۔

اگلے لمحے دھماکہ ہوا وہ کار ٹیکسی کی ڈگی سے ٹکرائی جس سے ٹیکسی کا توازن بگڑا اور وہ گھومتی ہوئی کنارے کی طرف بڑھی۔ یہ دیکھتے ہی اسد نے موٹر سائیکل کی رفتار بڑھائی اور ٹیکسی رکنے تک اس سے تھوڑے فاصلے پر موٹر سائیکل روکتے ہی اتر کر یوں منہ کے بل گرا جیسے اڑنگا لگنے سے گرا ہو مگر درحقیقت وہ جان بوجھ کر گرا تھا، گرتے ہوئے اس کے ہاتھ میں پسٹل بھی منتقل ہو گیا تھا۔

ٹیکسی کے رکتے ہی سگنل سبز ہوا اور اس ٹیکسی کی طرف بڑھنے والے چند ایک عام افراد تیزی سے واپس دوڑے اور ٹریفک کا بہاؤ جاری ہو گیا، اس بہاؤ کی دوسری جانب والے ایڑیوں کے بل دیکھ رہے تھے کہ

ہوا کیا جبکہ ٹیکسی کے گرد چار گن بردار گھیرا تنگ کرنے کے چکر میں تھے۔ ان کی گنیں اوور کوٹوں میں چھپی تھیں جو اسد کی نظروں سے چھپی نہ رہ سکیں، اگلے لمحے دھماکہ ہوا اور ان میں سے ایک سینے پر ہاتھ رکھے، چیخ مار کر پشت کے بل گرا تو باقی تینوں جھک کر تیزی سے پھیلنے لگے، گنیں بھی انگڑائی لیتی ہوئی اوور کوٹوں کا نقاب اتارتی سامنے آ گئیں، اسی وقت تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ دلخراش چیخوں سے کے ساتھ علاقہ گونج اٹھا۔ بغیر ٹریفک سنگل ہی لوگ گاڑیاں چھوڑ کر الٹے قدموں دوڑ پڑے تھے۔

فائرنگ کی آواز سے ایک دفعہ تو اسد گھبرا ہی گیا تھا کہ دشمن نے رسل کو ختم کرنے کی خاطر ٹیکسی پر فائرنگ کر دی اور اسی ٹیکسی میں ارشاد بھی تھا لیکن جب اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو ٹیکسی کو "تندرست و توانا" چمکتے دیکھ کر اس نے سکون کا سانس لیا اور پھر سر موڑ کر دیکھا۔ ان کے محکمے کا ایک کارندہ، جو کار میں تھا، گن پکڑے اس سے کچھ فاصلے پر موجود تھا، اسد کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سر پر انگلی رکھ کر سلیوٹ کیا اور اسد مسکرا کر کھڑا ہوا، وہ تیزی سے ٹیکسی کی طرف بڑھا۔ ٹیکسی خالی تھی، اس کی دوسری طرف سڑک پر رسل لمبا لیٹا ہوا

تھا جبکہ ارشاد بھی لیٹا ہوا آسمان کو گھور رہا تھا۔

"جلدی کرو، پولیس پہنچ جائے گی اور کھیر بھی پک گئی۔"۔ اسد مسکرایا۔

"سیاہ کھیر پہلی بار کھاؤں گا۔"۔ ارشاد نے رسل کی طرف دیکھا تو اسد نے قہقہہ لگایا۔

"اٹھاؤ اس مہمان کو اور کار منگوالو، ٹیکسی کا کام ہو گیا ہے۔" ارشاد نے کہا تو اسد نے مڑ کر ماتحت کو اشارہ کیا تو گن بردار ماتحت مڑ کر گاڑی کی طرف بڑھا۔ لمحوں میں کار ان کے قریب پہنچی اور رسل کو اندر لٹاتے ہوئے وہ لپک کر اس میں سوار ہوئے۔

"چلتے جاؤ سارجنٹ۔" اسد نے کہا تو ماتحت نے اثبات میں سر ہلا کر رفتار بڑھا دی۔

"حملہ خطرناک تھا لیکن کچے لوگ تھے۔" اسد نے کہا۔

"ہاں یار، کچھ کام کے ہوتے تو مزہ آتا۔" ارشاد نے اثبات میں سر ہلایا۔

"فواد کا اندازہ درست ثابت ہوا، انہوں نے رسل کو وہیں مارنے کی بجائے باہر نکال کر حادثہ ثابت کرنا چاہا۔" اسد نے کہا۔

"اس سے ثابت ہوا کہ ہم صحیح لائن پر چل پڑے ہیں۔" ارشاد نے کہا۔

"ہاں۔ اب رسل سے اگلا لنک مل جائے گا۔" اسد نے کہا۔

"اگلا لنک تو ہم جانتے ہیں، اس کی باس۔"۔ ارشاد نے کہا۔

"فواد کا خیال دوسرا ہے، اس لنک کو ہم جانتے ہیں لیکن وہ اپنی حیثیت کے مطابق اتنا بڑا کام نہیں کر سکتی، اس کے ذریعے ہم اس سے اوپر والے لنک تک پہنچ سکیں گے۔" اسد نے کہا۔

"ضروری نہیں کہ یہ اپنی باس کے علاوہ کسی کو جانتا ہو۔" ارشاد نے کہا۔

"ہاں اور یہ بھی بہت اہم بات ہے کہ یہ اپنی باس کو جانتا ہے۔" اسد مسکرایا۔

"اچھا۔۔۔" ارشاد نے اچھا کو لمبا کھینچا۔۔ "تو میڈم کو بلیک میل کیا جائے گا۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"عمارتوں کے نقشوں وغیرہ سے نکلو تو کچھ سوچو۔" اسد نے کہا۔

"اور تم آئی ٹی والے کونسا دماغ استعمال کرتے ہو، انگلیوں تک ہی محدود رہتے ہو۔" ارشاد مسکرایا۔

ڈرائیور کے فون کی گھنٹی بجی تو خاموشی چھا گئی، سارجنٹ کسی سے بات کرنے کے بعد اسد کی طرف متوجہ ہوا۔ "سر ایک گاڑی ہمارے قافلے کا تعاقب کر رہی ہے۔" سارجنٹ نے کہا تو دونوں چونک گئے۔

"اوہ، کونسی؟۔" اسد نے بیک ویو مرر اپنی طرف موڑتے ہوئے پوچھا۔

"سلور کلر کی ہونڈا۔ وہ کافی دیر سے ہمارے قافلے کے پیچھے ہے۔"

"رفتار بڑھا دو۔" اسد نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

سارجنٹ نے ہونٹ بھینچ کر ایکسلیٹر پر پاؤں رکھ کر دبایا اور کان پھاڑ دھماکے کے ساتھ گاڑی آؤٹ آف کنٹرول ہو گئی، شاید ٹائر ہی برسٹ ہو گیا تھا، گاڑی دوڑتی، لہراتی ہوئی سڑک سے اتر کر قدرے گہرے پلاٹ کی طرف دوڑتی چلی گئی، جیسے ہی سڑک سے ڈھلوان سطح پر گاڑی اتری، سارجنٹ کا پاؤں غیر ارادی طور پر بریک پر دبا اور گاڑی جھٹکے سے رکتے ہی پچھلی طرف سے بلند ہوتی ہوئی دھماکے سے الٹ گئی اس کے ساتھ ہی اسد کے سر پر جیسے پہاڑ گرا ہو اور اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں، اس کے ذہن میں یہی احساس ابھرا کہ اپنی کوتاہی کی وجہ سے وہ مارے گئے۔

ڈسٹرکٹ کمپلیکس وسیع و عریض احاطے پر بانہیں کھولے، منہ پھلائے کھڑا رہتا تھا کیونکہ اس میں روزانہ رنگ برنگ اور ان گنت افسران و لوگ بھرے رہتے تھے۔ اسی احاطے کا مخصوص حصہ شہری عدالتوں کے لئے الاٹ کیا گیا تھا جو شہر کے بارونق مقامات میں سے ایک محسوس ہوتا تھا، اس وقت بھی کورٹس کے احاطے میں لوگ گروپوں کی شکل میں لان میں بیٹھے تھے۔

"امید تو ہے کہ آج آخری گواہ کا بیان ریکارڈ ہو جائے گا۔" ایک بوڑھے نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تو آپ کا مقدمہ جلدی ہی ختم ہو جائے گا پھر۔" ساتھ بیٹھے شخص نے مسکرا کر کہا۔

"میرے منہ میں چوبیس دانت تھے جب یہ کیس شروع ہوا تھا، اب آٹھ رہ گئے ہیں۔" بوڑھے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"دانتوں کا کیا ہے، بوڑھی اماں نے ویسے ہی مکا مار کر نکال دیئے ہوں گے۔" اسی شخص نے کہا۔

"وہ تو جب سے ہمارا بیٹا قتل ہوا ہے، نیم پاگل سی ہے۔" اس بار بوڑھے کی آواز میں دکھ سمٹ آیا تھا۔

"اوہ، معاف کیجئے گا میں نے آپ کا دل دکھایا۔" وہ شخص اب سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا، دل میں سُکھ کے لئے ویسے بھی جگہ نہیں رہی اب۔" بوڑھے نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"کب سے چل رہا ہے آپ کا کیس؟"۔ "تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس شخص نے پھر سے بات شروع کی۔

"بیس سال ہو گئے ہیں میرے حیدر کو قتل ہوئے، بس تب سے چل رہا ہے اور ہر بار تاریخ مل جاتی ہے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"پھر بھی شکر ہے کہ باقی سارے گواہوں کے بیانات تو ہو ہی گئے۔"

"ہاں، دو ہی گواہ تھے، آج دوسرے کی باری ہے۔ ہر تاریخ پر کچھ نہ کچھ

ہو جاتا ہے۔ آج لگ رہا ہے کہ بہتر ہی ہو گا۔" بوڑھے نے معصومیت بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، آج ہو گا تو بہتر ہی۔" اس شخص نے جواب دیا۔ "کس جج کے پاس ہے کیس؟۔"

"بشیر احمد فضلی صاحب ہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا تو اس شخص کے چہرے پر چمک ابھر آئی۔

"وہ تو میرے جاننے والے ہیں، میں ان سے بات کروں گا، آپ کیس کی تفصیلات تو بتائیں ذرا۔" اس نے کہا۔

"نہیں بیٹا، بات کرنے کی کیا ضرورت ہے، مظلوم کو دیر سویر انصاف مل ہی جاتا ہے، میں بیس سالہ روزہ اس چھوٹی سی بات یا سفارش کے لئے توڑنا نہیں چاہتا۔" بوڑھے نے 'جوان' لہجے میں کہا تو اس شخص کو جیسے جھٹکا لگا، وہ حیرت سے اس ٹوٹتی ہوئی جاندار عمارت کو گھورنے لگا۔

"لوگ شکر کرتے ہیں کہ کوئی سفارش کرنے والا مل جائے اور آپ۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"بیٹا، جس کا جیسا گمان ہوتا ہے اس کی زندگی ویسی ہی گزرتی ہے۔ جن کا گمان ہے کہ سفارش یا رشوت ہی حل ہے، ان کے حالات بھی سفارش

کے متقاضی ہوں گے اور جن کا خیال ہے کہ انصاف مل ہی جائے گا، انہیں بغیر کسی رشوت سفارش کے مل جاتا ہے، ہاں اس میں وقت کی قید نہیں۔ "بوڑھے نے نرم لہجے میں اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کاش آپ کی باتیں نوجوان سمجھ سکیں۔ "اس شخص نے کہا۔

"پہلے ان کے بڑے تو سمجھ لیں۔ "بوڑھا مسکرایا تو وہ شخص بھی ہنس دیا۔

"ناممکن تو نہیں۔ "

"مشکل تو ہے۔ "بوڑھا بچوں کی طرح ہنسا۔

"چچا، چلیں، وقت ہو گیا۔ " کسی نے دور سے آواز لگائی تو بوڑھا کانپتے ہوئے جسم کو ہاتھوں اور پاؤں کی مدد سے اٹھانے لگا تو اس شخص نے آگے بڑھ کر بوڑھے کی مدد کی۔

"آپ کی عمر اس طرح دھکے کھانے والی نہیں چچا۔ "اس شخص نے کہا۔

"عمر تو ساٹھ ہے، دکھ ایک سو بیس سال والے ہیں۔ " بوڑھا مسکرایا اور لاٹھی ٹیکتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ "جو لکھے گئے ہیں وہ تو کھانے ہی ہیں۔ خوشی سے یا شکوہ کر کے۔ "

"اللہ آپ کی مدد فرمائے۔ " وہ شخص بڑبڑایا اور پلٹ کر عمارت کی طرف چل دیا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ شخص جو بوڑھے سے باتیں کرتا رہا تھا، وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک دفتر میں داخل ہوا۔ سامنے پرانی سی میز کے پیچھے لکڑی کی کرسی پر ایک شخص بیٹھا تھا۔ وہ کال سن رہا تھا اور اسی پر متوجہ رہا جیسے نووار "مکھی" ہی ہو، جسے اڑا دینا بہتر ہو۔

"فضلی صاحب سے کہو آفتاب الرحمان آیا ہے۔" اس نے بارعب آواز میں کہا تو وہ شخص تیزی سے کھڑا ہوا۔

"جج۔۔جی۔۔جی۔۔ میں کہتا ہوں۔" وہ اس کے لہجے سے مرعوب ہو گیا تھا شائد اور تیزی سے اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"اندر تشریف لے جائیں صاحب۔" کچھ دیر بعد وہ اس کمرے سے نکلا تو وہیں سے مودبانہ ہانک لگائی تو آفتاب آگے بڑھ گیا۔

اندرونی کمرے کے وسط میں بڑی سی میز فائلوں سے بھری پڑی تھی اور اس سے دور، چھوٹے سائز کا کاؤچ تھا جس پر انصاف نیم دراز تھا۔ آفتاب کو دیکھ کر وہ تیزی سے کھڑا ہوا۔

"آفتاب صاحب۔۔ آفتاب صاحب۔۔ آج اس غریب خانے کو رونق بخشنے کا خیال کیسے آیا آپ کو؟۔" بشیر فضلی نے بانہیں اور باچھیں پھیلاتے ہوئے سبق پڑھنا شروع کر دیا۔

"یار، کس ڈربے میں گھسے ہوئے ہو تم؟۔" آفتاب نے بغلگیر ہوتے ہوئے کہا۔

"سرکاری دفتر ہے، ایسا ہی ہو سکتا ہے ورنہ تم تو جانتے ہو کہ اس سے بڑا سوئمنگ پول ہے فارم میں۔"۔ فضلی نے قہقہہ لگایا۔

"باہر چلو، کچھ بات کرنی ہے۔" آفتاب نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"خیر تو ہے؟۔" فضلی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں، جلدی کرو، مجھے اور بھی کام ہے، میں جانتا ہوں کہ تم اس کے بعد کوئی کیس نہیں دیکھتے اس وجہ سے ابھی یہاں آیا ہوں ورنہ میں تو صبح سے یہیں ہوں۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ، تو مجھے بتاتے یار، کیسز کو تو تاریخ بھی دی جا سکتی ہے۔"

"باہر چلو گے تو بتاؤں گا۔"

"اب پھر کوٹ اور ٹائی۔" فضلی نے منہ بنایا۔

"سوری، باہر چلو گے تو بات ہو گی، اس ڈربے میں جی گھبرا رہا ہے۔" آفتاب منہ بناتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"ارے سنو تو، ارے رکو تو۔" چیختا، کوٹ اٹھاتا، وہ آفتاب کے پیچھے لپکا اور لمحوں میں وہ دفتر سے نکل رہے تھے۔

"اب ذرا خیال رکھنا، یہاں میں جج ہوں، بے عزتی مت کرنے لگ جانا۔ "اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"عزت تو تمہاری ویسے بھی کوئی نہیں۔ آج صبح ایک شخص سے ملا تھا جس کا کیس پچھلے بیس سالوں سے چل رہا ہے اور ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ "آفتاب مسکرایا۔

"اوہ۔۔ تو تم سفارش کرنے آئے ہو، کون ہے وہ خوش نصیب جس کے لئے شہر کی سب سے مشہور کاروباری شخصیت سفارش لے کر خود آئی ہے۔ "فضلی نے چونک کر پوچھا۔ وہ باتیں کرتے ہوئے اس احاطے کے قریب پہنچ گئے تھے جہاں عام لوگ بیٹھتے تھے، رستے میں بشیر فضلی، عوامی سلام کا جواب بھی دیتا آیا تھا۔

"اس نے تو سفارش کرنے کو نہیں کہا، میں نے سوچا کہ بات کرنے میں کیا حرج ہے۔ "آفتاب نے کہا۔

"دیکھو آفتاب، اس طرح کے معاملات کمرے میں ہی طے ہوں تو بہتر ہے۔ "فضلی نے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیس تو تمہارے ذہن میں ہو گا ہی، انصاف کی بات کرنے کے لئے کمرہ ضروری تو نہیں۔ "آفتاب مسکرایا۔

"انصاف اتنا سستا بھی نہیں کہ یوں احاطوں میں مل جائے۔۔۔ ارے ۔۔ ہم تو عام لوگوں والے حصے میں آ گئے، میرا محافظ بھی وہیں رہ گیا۔۔۔ مجھے خیال ہی نہیں رہا کہ اسے ساتھ لے لیتا۔" فضلی بات کرتے کرتے چونک گیا تھا۔

"لیکن انصاف کو اتنا مہنگا بھی نہیں ہونا چاہیے کہ مدعی یا موکل ہی قبر میں اتر جائے لیکن فیصلہ نہ ہو۔" آفتاب نے کہا۔

"آج تم اتنی اچھی باتیں کیوں کر رہے ہو؟ کچھ الٹا سیدھا کھالیا ہے کیا؟۔" فضلی چڑ گیا تھا۔

"میں کسی کا بھلا کر کے راضی تو نہیں لیکن اس بوڑھے کی باتیں دل کو چھو گئیں۔" آفتاب نے کہا۔

"تو اپنے دل تک ہی رکھو۔" فضلی نے منہ بنایا۔

"ارے سنو سب لوگ۔" آفتاب احاطے کی ایک طرف کھڑا ہو کر چلایا تو احاطے میں موجود تمام لوگ چونک کر متوجہ ہوئے۔

"یہ کیا بیوقوفی ہے، کیا کرنے لگے ہو؟۔" فضلی بوکھلا گیا۔

"یہ بشیر فضلی، میرے قریبی دوستوں میں سے ایک ہے، مجھے بھی آپ میں سے کافی لوگ جانتے ہوں گے، میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے

بشیر فضلی کو گلے لگاؤں تاکہ سب کو ہمارے رشتے کا احساس ہو۔" آفتاب نے اونچی آواز میں کہا اور پھر مڑ کر بشیر فضلی کی طرف باہیں پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ کیا بچپنا ہے؟۔" فضلی چڑ کر غرایا۔

"سب دیکھ رہے ہیں۔" آفتاب نے یاد دہانی کرائی تو چاروناچار فضلی کو آگے بڑھنا پڑا۔

ادھر سارے لوگ حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے ساتھ ساتھ وہ کچھ بڑبڑا بھی رہے تھے، شائد انہیں الجھن تھی کہ اس دوستی پر ان کی گواہی کس لئے؟ مگر عین اسی وقت تربوز پھٹنے جیسی آواز سنائی دی اور دو چار چیخوں کے ساتھ ساتھ شور بھی بلند ہوا اور لوگ احاطے سے باہر کی طرف بھاگنے لگے۔

آفتاب اور بشیر فضلی، ایک دوسرے کی باہوں میں ہی تھے جب دھماکے سے آفتاب کا سر پھٹا اور اس کے ساتھ ساتھ بشیر فضلی کا بھی۔۔ اس کے ساتھ ہی وہ دھپ سے زمین پر گرے اور ان کے وجود کو جھٹکے لگنے لگے مگر ان کی "جپھی" قائم رہی تھی، لاشوں کے گرد انسانی دائرہ بننے کے ساتھ ساتھ شور بلند سے بلند تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔

"کیا خیال ہے، کیا جینی نے سچ کہا ہے؟۔" زوبی نے فواد سے پوچھا۔

"بہت چالاک عورت ہے، بظاہر تو سب ٹھیک ہے لیکن رَسل کے حوالے سے جو کچھ اس نے کہا، مجھے ہضم نہیں ہوا۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے منصوبے کے مطابق کام ہوتا ہے یا نہیں۔" فواد نے کہا تو زوبی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"فائل کا قصہ تو پسِ پشت چلا گیا۔ جینی اور اس سے رَسل پھر یوسف خاقانی کا قتل۔" زوبی نے سوچ میں ڈوبے لہجے میں کہا۔

"فائل کی اگر کسی نے کاپی بنانی ہوئی تو بن چکی ہو گی، مجھے تو سمجھ نہیں آرہی کہ اب اس فائل کی افادیت کیا رہ گئی ہے؟۔" فواد نے کہا۔

"کچھ نہ کچھ تو ایسا ہو گا ہی جس وجہ سے فائل کی تلاش شروع ہوئی ہے وگرنہ یہ بات تو کرنل عابد یا وزیرِ دفاع بھی سوچ سکتے تھے۔" زوبی نے کہا تو فواد سر ہلا کر رہ گیا۔

"اس فائل کی ضرور کوئی key فائل بھی ہو گی جس کے بغیر وہ ادھوری ہے، اس وجہ سے شاید۔" فواد نے قیاس آرائی کرتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے، کچھ تو ایسا ہے۔" زوبی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"جب تک اسد اور ارشاد، رَسل پر کام کرتے ہیں، ہم لوگ کھانا کھا لیں۔" فواد نے کہا تو زوبی نے اثبات میں سر ہلایا اور فواد نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ دس منٹ کے بعد وہ ایک ہوٹل میں داخل ہو رہے تھے۔ انہوں نے ایک کونے میں میز چنی اور کھانے کا آرڈر دے کر بیٹھ رہے۔

"جب سے تم ہمارے ساتھ شامل ہوئی ہو، چپ چپ سی رہتی ہے، سیکشن فائیو میں تمہارا رویہ مختلف تھا، کیا تمہیں سوپر فور پسند نہیں؟۔" فواد نے زوبی کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے پوچھا جو میز کے وسط میں رکھے گلدان میں سجے پھولوں کو گھور رہی تھی۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔" زوبی نے مسکرا کر جواب دیا۔

"تو پھر؟ کوئی تو وجہ ہو گی جو رویے میں تبدیلی آئی ہے۔" فواد بھی مسکرایا۔

"سعد کی شہادت، فریحہ کی حالت اور پھر جمال کا یوں غائب ہو جانا۔ پورا سیکشن ہی بکھر گیا ہے، ایک انجانا سا دکھ ہے دل میں۔" زوبی نے کچھ دیر چپ رہنے کے بعد جواب دیا۔

"یہ بات تو ٹھیک ہے۔ سیکشن بنے کافی عرصہ بیت چکا تھا اور ممبرز کا آپس میں گہرا تعلق بن جاتا ہے۔" فواد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"سعد کی شہادت کے بعد حالات اتنی تیزی سے بدلیں گے، مجھے توقع نہیں تھی اور جمال۔۔۔" زوبی کے لہجے میں دبا دکھ محسوس کر کے فواد چونک گیا۔

"میں تو اتنا ہی جانتا ہوں کہ سعد کی شہادت کے بعد سے جمال غائب ہے۔"

"میں بھی اتنا ہی جانتی ہوں اور کرنل عابد سے مزید کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں۔"

"ایک خیال مجھے تنگ کرتا رہتا ہے۔" فواد نے کچھ دیر سوچنے کے بعد

کہا لیکن انہیں مزید بات کرنے کا موقع نہ ملا کیونکہ ویٹر کھانے لے کر پہنچ گیا تھا۔ میز پر کھانے لگانے کے بعد ویٹر چلا گیا تو زوبی نے استفہامیہ نظروں سے فواد کی طرف دیکھنے لگی۔

"اوہ۔ سوی۔" فواد مسکرایا جیسے وہ بھول گیا ہو کہ ویٹر کے آنے سے پہلے کیا بات ہو رہی تھی۔ "جمال کے غائب ہونے سے پہلے ہمارے سیکشن سے ثانیہ غائب ہوئی تھی۔" فواد نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ کچھ ہفتے پہلے ثانیہ ایک ہوٹل میں نظر آئی تھی، اس کے ساتھ کوئی بونگا سا نوجوان تھا جو اس پر فدا تھا۔"۔ زوبی کو اچانک یاد آیا۔

"پھر؟۔" پلیٹ اپنی طرف کھسکاتے ہوا فواد رک گیا۔

"کھانا کھانہ لیا جائے پہلے؟۔" زوبی مسکرا کر کہا۔

"بالکل۔۔"۔ فواد ہنس دیا اور پھر وہ کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے، کھانا کھانے کے بعد چائے کا آرڈر دیا گیا۔

"ہاں تو بات ہو رہی تھی ثانیہ کی۔"۔ فواد نے پہل کی۔

"اس کے ساتھ تھوڑی سے گپ شپ ہوئی تھی، ہم سب موجود تھے۔ یہ سعد کی شہادت سے کچھ دن پہلے کی بات ہے۔ پھر وہ اس بونگے کے

ساتھ چلی گئی لیکن وہ بونگا تھا بہت ہوشیار، کان تو اتنے حساس کہ ہماری سرگوشی تک سن لی تھی۔ "زوبی نے کہا۔

"جمال کی یا تم سب کی کیا رائے ہے کہ ثانیہ کیا کر رہی ہو گی آجکل؟ ۔ "۔ فواد اس معاملے میں کافی دلچسپی لے رہا تھا۔

"ہمارا خیال ہے کہ وہ کسی اور خفیہ سرکاری ادارے میں ٹرانسفر کی گئی ہے اور شاید اسی طرح جمال بھی۔"

"کرنل عابد اس معاملے میں بہت سخت ہیں۔ اپنے دو بہترین سیکشنز کے ایجنٹ نہیں دے سکتے کسی کو۔ "فواد نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر خود دیکھ لو۔ میرا خیال تھا کہ وہ نوجوان جو ثانیہ کے ساتھ تھا، وہ اس کا ٹیم ممبر ہی تھا اور وہ لوگ جان بوجھ کر ہمارے پاس آئے تھے، وجہ کچھ بھی ہو سکتی ہے۔ "زوبی نے کہا۔

"اگر ایسا ہی ہے تو جس ادارے میں وہ لوگ گئے ہیں اس میں کرنل عابد سے زیادہ رینک کا کوئی شخص ہو گا تبھی یہ ٹرانسفرز ممکن ہوئے ہیں۔" فواد نے کچھ دیر بعد کہا۔

"ہم بھی یہی سوچتے تھے، پھر کیس میں الجھ گئے اور اب تک میں تو الجھی ہوئی ہوں۔ "زوبی نے طویل سانس اندر کھینچے ہوئے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم ریلیکس ہو کر کام کرو، اگر کچھ دن ریسٹ کرنا چاہو تو بے شک کر لو لیکن جس طرح کا دباؤ تم نے اپنے ذہن پر بنا رکھا ہے، یہ سب کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔" فواد نے سنجیدگی سے کہا۔

"ایسا نہیں ہو گا باس۔"۔ زوبی نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"گڈ، چائے آ رہی ہے، پی کر نکلتے ہیں، اب تک رپورٹ تو آنی چاہیے تھی اسد کی طرف سے۔" فواد نے چونک کر گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" زوبی نے کہا، تبھی ویٹر چائے لے کر پہنچ گیا اور وہ دونوں چائے پینے لگے، ان کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ جلدی میں ہیں۔

"چلو، باہر چل کر خود رابطہ کرتا ہوں اسد سے۔" فواد نے بل ادا کر کے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے جیب سے مخصوص ساخت کا موبائل نکالا تو ساتھ ہی موبائل کی گھنٹی بجنے لگی، اسد کا نمبر دیکھ کر اس کی رفتار کم ہو گئی۔

"فواد بول رہا ہوں۔"

"کام ہو گیا، کیا ہم اگلا قدم اٹھائیں؟۔" دوسری طرف سے اسد کی اطمینان بھری آواز سنائی دی۔

"اتنا وقت کیوں لگ گیا؟۔"۔

"وہ دراصل پہلے تو رَسل کے پیچھے لگنے والوں سے جان چھڑائی، کچھ دیر بعد ایک نیا حادثہ ہمارا منتظر تھا۔ ہمارے قافلے کے پیچھے ایک گاڑی مسلسل چلی آرہی تھی تو سٹاف کو شک ہوا کہ تعاقب ہو رہا ہے جس پر میں نے سارجنٹ کو گاڑی کی رفتار بڑھانے کا کہا، اس نے جیسے ہی ایکسلیٹر پر پاؤں رکھا تو دھماکے سے ٹائر پھٹ گیا۔ اس خیال سے کہ حملہ ہوا ہے، وہ بوکھلا گیا، اس کی بوکھلاہٹ کی وجہ سے گاڑی بھی الٹ گئی لیکن ہم سب بچ ہی گئے۔" اسد نے کم سے کم الفاظ میں تفصیل بتانے کی کوشش کی۔

"اور رَسل؟۔"

"وہ بھی ٹھیک ہے، اسی وجہ سے اگلے قدم کا پوچھ رہا ہوں۔"۔ اسد نے جواب دیا۔

"اوکے، ہم لوگ پریشان ہی ہو گئے تھے۔ ٹھیک ہے، اگلا قدم اٹھاؤ، ہم

بھی اپنی اپنی ڈیوٹی پر پہنچ جاتے ہیں۔ "فواد نے کہا اور کال کاٹتے ہوئے موبائل جیب میں ڈال لیا۔

"کیا رہا؟"۔ زوبی جو اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی، نے پوچھا تو فواد نے اسے تفصیل بتائی۔

"گاڑی کے ٹائر نے ان کے ساتھ خوب دل لگی کی۔ "زوبی مسکرائی۔

"حالات ہی ایسے تھے ان کے کہ غلط فہمی ہونا ممکن تھا۔" فواد بھی مسکرایا۔

"مجھے یقین ہے کہ اب اونٹ کسی کروٹ بیٹھے گا ضرور۔ "زوبی نے کہا۔

"بیٹھنا ہی چاہیے ورنہ کرنل ہم پر سواری کریں گے۔" فواد نے قہقہہ لگایا تو زوبی بھی ہنس دی۔

چند لمحوں بعد وہ گاڑی میں سوار اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اس کی آنکھ کھلی تو کافی دیر چت لیٹا آسمان کو گھورتا رہا، وہ آوازیں جو کچھ دیر پہلے کافی دور سے آتی محسوس ہو رہی تھیں، اب بالکل آس پاس محسوس ہو رہی تھیں۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا اور پھر بوکھلا کر تیزی سے کھڑا ہو گیا، وہ بس سٹاپ کے قریب ہی "عوامی لیٹرین سروس" کے پاس محوِ استراحت تھا، مسافر اسے یوں گھور رہے تھے جیسے وہ بے لباس کھڑا ہو۔ ان کی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ شرما گیا اور کھڑے ہوتے ہی وہ لوگوں کی طنزیہ نظروں کو کن اکھیوں سے دیکھتا ایک طرف کو بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں سوار اندرونِ شہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اس نے سر کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو بے چینی سے پہلو بدل کر رہا تھا، سر

کے پیچھے جیسے کسی نے بطخ کا انڈہ ابھار دیا تھا۔ وہ انگلی سے پیشانی کھرچتا ہوا سوچ میں ڈوبتا چلا گیا۔ اسے سمجھ نہیں رہی تھی کہ وہ لاری اڈے کیسے پہنچا، اگر دشمن نے اس پر ہاتھ ڈالا تھا تو ایسے ہی چھوڑ کیوں دیا۔ ایسا ستم دشمن اس کی یاداشت میں نہیں تھا، وہ جلد سے جلد اپنے باس تک پہنچ کر اس قصے کا ذکر کرنا چاہ رہا تھا۔

ٹیکسی چھوٹی سڑک پر مڑ چکی تھی اور جلد ہی ایک عمر رسیدہ عمارت کے سامنے رکی، اس نے اتر کر کرایہ ادا کیا اور تیزی سے چھوٹے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ مخصوص انداز میں گھنٹی کا بٹن دبانے کے بعد وہ انتظار کرنے لگا۔ دروازہ کھلنے پر وہ اندار داخل ہوا تو سینے پر مشین گن نے پیشانی ٹِکا دی۔

"کون ہو تم؟۔"۔ کوئی غرایا۔

"رَسل ہوں۔" اس نے حیرت بھری آواز میں کہا۔

"آواز تو رَسل جیسی ہی ہے، سچ بتاؤ کون ہو تم؟۔" مشین گن والا بھی حیران نظر آرہا تھا، وہ اب نووارد کے سامنے آ گیا تھا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں، میں رَسل ہی ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم مجھے پہنچان ہی نہ سکو بابر؟۔" رَسل نے اس بار غصے پیتا ہوا محسوس ہوا۔

"تمہاری آواز تو میں پہچان گیا ہوں لیکن تمہاری شکل رَسل والی نہیں۔" محافظ نے کہا تو رَسل اچھل پڑا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟۔" اس نے بے یقینی سے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"ذرا آئینہ تو لاؤ۔" رسل نے بے چینی سے کہا۔

"گڈ، میں آئینہ لینے جاؤ اور تم کوئی واردات کر جاؤ، بھاگ جا بیٹے، رسل کی آواز کی وجہ سے اب تک میں نے گولی نہیں چلائی لیکن میں بے وقوف بھی نہیں۔" محافظ نے اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

"باس سے میری بات کراؤ، یہ بہت ضروری ہے۔" رسل نے تیز آواز میں کہا۔

"ابے جا نکل یہاں سے، بڑا آیا حکم دینے والا۔" محافظ نے رسل کو دھکا دیتے ہوئے کہا۔

"بابر، اوقات میں رہو، تھوڑی ہی دیر بعد تم میرے قدموں میں گرے معافی مانگ رہے ہوگے اور تمہاری وجہ سے دیر ہو رہی ہے اسی دوران کوئی نقصان ہو گیا تو باس تمہیں نہیں چھوڑے گا۔ میں ایک حادثے سے دو چار ہوا ہوں، باس سے بات کرنے دو مجھے ورنہ شاید

سب مصیبت میں پڑ جائیں۔" رسل نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے میں چھلکنے والا اعتماد، بابر کو سوچنے پر مجبور کرنے لگا۔

"اگر تم فراڈ نکلے تو میں یہیں گولی مار دوں گا۔" بابر نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر اسے گارڈ روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"۔ رسل نے اثبات میں سر ہلایا اور گارڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔

"چلو، باس سے خود ہی رابطہ کرو۔" بابر نے فون سیٹ کی طرف اشارہ کیا تو رسل خاموشی سے آگے بڑھ گیا، اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ملایا۔

"باس میں رسل بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے کال اٹنڈ ہونے پر اس نے کہا۔ "باس مجھے اغوا کیا گیا تھا لیکن تھوڑی دیر پہلے مجھے ہوش آیا تو خود کو لاری اڈے پر پڑا ہوا پایا، بقول بابر کے، میرا چہرہ بھی بدلا ہوا ہے۔" اس نے کہا اور پھر دوسری طرف سے بات سنتا رہا۔

"یس باس، میں آپ کے پاس چار سال پہلے آیا تھا جب آپ کی اور فضیل کی آپسی کی چپقلش کی وجہ سے راؤنڈ کلب تباہ ہو گیا تھا۔" رسل نے جواب دیا اور پھر باس کی بات سن کر ریسیور بابر کی طرف بڑھا دیا۔

"یس باس۔" بابر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"یس باس، میں بھیج دیتا ہوں۔" بابر نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"سوری مسٹر رَسل، امید ہے تم میری مجبوری سمجھو گے۔" بابر نے نرم لہجے میں کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" رسل مسکرایا۔

"باس نے بلایا ہے تمہیں۔" بابر نے کہا تو رسل سر ہلاتے ہوئے گارڈ روم سے نکل کر عمارت کی طرف چل دیا۔ ابھی وہ چند قدم ہی چلا ہو گا کہ ٹھک کی آواز کے ساتھ ہی اسے یوں محسوس ہوا کہ اس کے پہلو میں گرم سریا گھس گیا ہو، وہ چیخ مار کر دھپ سے زمین پر گرا اور پھر پہلو پر ہاتھ رکھ کر سر اٹھا کر عقب میں دیکھنے لگا، سامنے بابر، سائلنسر لگا پسٹل تھام کر کھڑا تھا۔

"سوری مسٹر رسل، تم ضرور کسی نہ کسی کو اپنے پیچھے لگا کر لائے ہو گے۔" اس سے پہلے کہ رسل کے منہ سے کوشش کے بعد کوئی آواز نکلتی، ٹھک کی آواز کے ساتھ اس کے احساسات فنا ہوتے چلے گئے اور اس کی کھوپڑی کھل کر فرش پر پھیل گئی۔ بابر چند لمحے اسے گھورتا رہا اور پھر مڑا ہی تھا کہ ٹھک کی آواز کے ساتھ اس کی کھوپڑی بھی کھل گئی اور بھیجا دماغ سے یوں چپک گیا جیسے بڑے عرصے بعد دیوار

سے ملاقات کر رہا ہو۔ یہ فائر گیٹ کے ستون پر بیٹھے اسد نے کیا تھا۔ اس نے ستون سے اندر چھلانگ لگائی اور گیٹ کھول دیا، گیٹ کھلتے ہی زوبی، ماتحت سارجنٹ کے ساتھ اندر داخل ہوئی اور تینوں جھکے جھکے تیزی سے عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمارت کی دیوار سے لگ کر وہ داخلی دروازے کے پاس رکے، اسد نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور جسم کو رول کرتے ہوئے راہداری میں داخل ہوا اس نے سیدھا ہوتے ہی پوزیشن سنبھال لی تھی لیکن راہداری خالی تھی۔ اس نے زمین پر پاؤں مارا تو دروازہ کھل گیا اور زوبی اور سارجنٹ بھی اندر داخل ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کو کور کرتے ہوئے کمرے چیک کرنے لگے اور ہر خالی کمرہ ان کو بے چین کرنے لگا۔

"آ جاؤ، میدان صاف ہے۔" آخری کمرے سے آواز سنائی دی تو ان کے تنے ہوئے جسم ڈھیلے پڑ گئے۔

"تو عقبی طرف سے آنے والے سرخرو ہو گئے۔" اسد نے ہانک لگائی۔

"بالکل، صاحب نکل ہی رہے تھے کہ ہم پہنچ گئے۔" دوسری طرف سے فواد کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میرے خیال سے ہم لوگ باہر نگرانی پر رکتے ہیں۔" زوبی نے کمرے

کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

کمرے کے وسط میں کرسی پر ایک لحیم شحیم شخص بندھا ہوا تھا جس کا سر ڈھلکا ہوا تھا اور فواد اور اشارد سامنے کھڑے تھے۔

"خیال تو اچھا ہے، اسد اور سارجنٹ باہر نگرانی پر رکیں۔" فواد نے کہا تو وہ دونوں واپس مڑ گئے جبکہ زوبی اندر داخل ہو گئی۔

"ارشاد، تم عقبی طرف نگرانی کرو۔" فواد نے کہا تو ارشاد سر ہلاتا ہوا باہر کو بڑھ گیا جبکہ فواد اس شخص کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا جو کہ تھوڑی دیر میں باآور ثابت ہوئی۔

"جب رسل کو یہاں بھیجنا ہی تھا تو میک اپ کرنے کی کیا وجہ تھی؟۔" زوبی نے ایک طرف رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں بس سب کو الجھانا چاہتا تھا تاکہ ہمیں وقت مل جائے، اگر رسل اصل شکل میں ہوتا تو شائد فوری مار دیا جاتا یا اسے دیکھتے ہی باس غائب ہو جاتا، تصدیق کے چکر میں ہمیں وقت مل گیا اور پہنچے بھی عین وقت پر دو منٹ کا فرق بھی پڑ تا تو یہ گیا تھا۔" فواد نے اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، اسی وقت اس شخص نے آنکھیں کھول دیں۔

"مم۔یہ۔۔یہ کیا ہے۔۔می۔میں کہاں ؟۔" ہوش میں آتے ہی وہ

بوکھلا گیا تھا۔ اپنے سامنے اجنبی افراد کو خود کو بندھے پا کر اس کا دماغ حیرت کے سمندر کا تیراک بنا پھر رہا تھا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"۔ "فواد نے پوچھا۔

"تم لوگ کون ہو؟"۔ "اس نے الٹا سوال داغ دیا تو فواد کا ہاتھ گھوم گیا، تڑاخ کی آواز کے ساتھ اس شخص کا چہرہ بھی گھوم گیا۔

"نام بتاؤ اپنا۔" فواد نے پھنکارتے ہوئے پوچھا۔

"صادق۔" اس نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"رسل تمہارے لئے کام کرتا تھا؟"۔ "فواد نے کہا تو صادق چونک گیا۔

"اوہ، تو تم نے رسل کو چارے کی طرح استعمال کیا تھا۔" اس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"تمہاری اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم درست لائن پر کام کر رہے ہیں، یوسف خاقانی کو کیوں مروایا ہے تم نے؟"۔ "فواد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کون یوسف خاقانی؟"۔ "صادق نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا تو فواد بھی چونک گیا، صادق کا لہجہ اس کی سچائی کا ثبوت دے رہا تھا۔

"رسل ایک قتل کی واردات میں ملوث ہے، ایک سائنسدان کا قتل۔"

فواد نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا

"رسل میرے لیے کام ضرور کرتا ہے لیکن ایسے کسی کام کی نہ تو میں نے بکنگ کی ہے نہ رسل کو سونپا ہے۔"

صادق نے کہا تو فواد الجھ کر رہ گیا۔ صادق کے لہجے اور انداز سے عیاں تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے، اسے واقعی رسل کی اس حرکت کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔

"تم کس کے لئے کام کرتے ہو؟۔" فواد نے پوچھا۔

"پہلے تم بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو اور کس وجہ سے رسل کے پیچھے ہو؟۔"

کچھ لمحے چپ رہنے کے بعد صادق نے پوچھا۔

"ابھی تک تم نہیں سمجھ سکے کہ ہم رسل کے پیچھے کیوں تھے اور کون ہیں ہم لوگ؟۔" فواد نے ناگواری سے منہ بنایا۔

"میں تصدیق چاہتا ہوں۔" صادق نے بھی منہ بناتے ہوئے کہا اور کمرہ تھپڑ کی آواز سے گونج اٹھا۔

"میرے خیال سے تصدیق ہو گئی ہو گی۔" فواد نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تو تم لوگ سرکاری ہو۔" صادق نے تھوک نگلتے ہوئے کہا، دو تھپڑ کافی ثابت ہوئے تھے۔

"سپیشل پولیس۔" فواد نے کہا تو صادق کے جسم کو جھٹکا لگا۔

"کس کے لئے کام کرتے ہو؟" فواد نے سخت لہجے میں سوال دہرایا۔

"مادام جینی۔" صادق نے جواب دیا۔

"رَسل تم لوگوں کے لئے کام کرتا ہے اور تم دونوں کہتے ہو کہ رسل نے یوسف خاقانی کے قتل میں شمولیت تم لوگوں کی لاعلمی میں اختیار کی ہے۔" فواد نے کہا۔

"صاحب، مجھے تو اپنا پتہ ہے کہ میں نے اسے ایسا کوئی کام نہیں دیا، ہم دونوں ہی مادام جینی کے ماتحت ہیں، ہو سکتا ہے انہوں نے ذاتی طور پر یہ کام سونپا ہو۔" صادق نے جواب دیا۔

"تم نے رسل کو آخری بار کب کام سونپا تھا؟" فواد نے چند لمحے سوچنے کے بعد پوچھا۔

"ایک ماہ پہلے۔" صادق نے کہا تو فواد چونک گیا۔

"اب تم جھوٹ بول رہے۔"

"مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔" فواد کو اپنے طرف بڑھتے دیکھ کر وہ ہکلا گیا۔

"تمہارا لہجہ بتا رہا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔" فواد نے جیب میں

سے چھوٹا سا خنجر نکالتے ہوئے کہا۔

"مم۔۔میں۔۔م۔۔" خنجر دیکھتے ہی اس کی زبان اور ہمت نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

"اوکے، ایک آنکھ کم ہونے سے خاص فرق نہیں پڑے گا تمھیں۔" فواد نے ایک ہاتھ سے اس کے بال پکڑ کر سر کو پیچھے کی طرف کھینچ لیا اور خنجر کی نوک اس کی دائیں آنکھ پر رکھتے ہوئے کہا۔

"مم۔میں۔می۔ صرف مادام کا حکم ماتحتوں تک پہنچاتا ہوں، مم۔میں۔میں عملی طور پر کسی جرم میں شامل نہیں۔پپ۔پلیز۔" اس نے گھگھیائے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"آخری کام کب دیا اور کون سا کام دیا؟۔"۔ فواد نے اس کے رخسار پر خنجر کی نوک رکھ کر دباتے ہوئے پوچھا۔

"ک۔کک۔کچھ دن پہلے، ایک۔ایک سر۔کاری۔ آدمی کی نگ۔ نگرانی کک کا کام۔" صادق نے ہکلاتے ہوئے کہا تو فواد اس کے بال چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

"کس آدمی کی؟۔اس کا نام بتاؤ؟۔"

"شش،شاکر واسطی۔وہ۔وزیر داخلہ کے محکمے میں کام کرتا ہے۔"

صادق نے جواب دیا تو فواد نے زوبی کی طرف دیکھا جو کہ اب کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"شاکر واسطی کی نگرانی کیوں کی جا رہی تھی؟۔" فواد نے پوچھا۔

"مم۔ میں نہیں جانتا، مادام نے کہا تھا۔" صادق نے کہا تو فواد اور زوبی کی آنکھوں میں چمک عود آئی۔

"یہ تمہاری مادام کلب کے علاوہ کہاں مل سکتی ہے؟۔" زوبی نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا تو فواد نے اثبات میں سر ہلایا جیسے وہ بھی یہی جاننا چاہتا ہو۔

"مم۔ میں نہیں جانتا۔" صادق نے کہا تو فواد کا ہاتھ گھوم گیا، اگلے ہی لمحے کمرہ صادق کی چیخوں سے گونج اٹھا، وہ چھوٹا خنجر اس کی ہتھیلی میں رستہ بنا چکا تھا، صادق نے تکلیف کے مارے سر اِدھر ادھر مارنے لگا تھا، اس کی آنکھوں سے پانی جاری ہو گیا تھا۔ وہ برداشت اور انداز سے آفس ورک کرنے والا شخص لگ رہا تھا جس کا فیلڈ ورک سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہو۔

"اس کی رہائش گاہ کا پتہ بتاؤ۔" فواد نے خنجر کو گھماتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تو صادق کا جسم تکلیف کے مارے کانپنے لگا۔

"اس۔ اس۔ نکالو۔ پپ۔ پللی۔" اس کی حالت دیکھتے ہوئے فواد نے خنجر کھینچا تو اس کی چیخ ایک بار پھر گونج گئی۔

"تت۔ تم۔ ظالم۔" اس نے کہا ہی تھا کہ فواد کا خنجر والا ہاتھ دوبارہ بلند ہوا۔ "سس۔ سوری۔ سوری۔" وہ چیخنے لگا۔

"جینی کی رہائش گاہ کا پتہ۔" فواد غرایا۔

"وو۔ و۔ ویسٹرن ایریا میں مادام کی رہائش گاہ لیکن وہاں وہ کسی سے ملتی نہیں۔"

"ان دنوں میں کوئی نئی پارٹی یا شخص ٹکرایا ہو جینی سے؟۔"

"پچھلے دنوں سے مادام کلب میں ہی رہنے لگی ہے، کبھی کبھار رہائش گاہ پر جاتی ہے اور کلب میں ایک نیا شخص دیکھا ہے جو مادام کے بہت قریب ہے۔" صادق نے جواب دیا۔ وہ اب سسکاریاں لینے لگا تھا لیکن جواب دینے میں کافی بہتری آ گئی تھی۔

"وہ مستقل طور پر کلب میں رہتا ہے یا کہیں باہر سے آتا ہے؟۔" فواد نے پوچھا۔

"نہیں، جتنی بار بھی وہ مادام کے ساتھ نظر آیا ہے وہ کلب کے اندر سے ہی نمودار ہوا ہے۔"

"اس کا حلیہ بتاؤ۔" فواد نے کہا تو صادق نے حلیہ بتا دیا۔

"جینی کی رہائش گاہ کے حفاظتی انتظامات۔" زوبی نے لقمہ دیا تو فواد نے وہ بھی صادق سے پوچھ لیا۔

"تمہیں ختم کرنا ہماری مجبوری ہے۔" فواد نے بات ختم ہوتے ہی کہا اور صادق کے بولنے سے پہلے ہی خنجر اس کی شہ رگ میں گھس چکا تھا۔

جینی حسبِ معمول روایتی لباس میں اپنے کمرے میں فلم دیکھنے میں مشغول تھی کہ تیز گھنٹی نے اسے اچھلنے پر مجبور کر دیا، وہ یکلخت بوکھلا گئی تھی۔ وہ تیزی سے کھڑی ہوئی اور پھر مخصوص دروازے سے ہوتی ہوئی خفیہ دفتر کی طرف بڑھ گئی، اس کے انداز میں بے چینی تھی۔

"کیا ہوا؟۔ خیریت؟۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"مچھلی نے کانٹا چوم لیا ہے۔" ریوالونگ چیئر پر بیٹھے گارڈین نے مسکرا کر جواب دیا۔

"نگلا نہیں تو اس میں خطرے کی گھنٹی بجانے کی کیا ضرورت تھی؟۔" جینی منہ بناتی ہوئی صوفہ پر گر گئی۔

"تمہاری خوبصورتی میں اضافہ دیکھنا چاہتا تھا۔" گارڈین نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"تاکہ بعد میں بے عزتی کر سکو۔"۔ جینی نے دھیمی آواز میں کہا۔

"دیکھو جینی، تم جانتی ہو کہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں لیکن کام کے وقت صرف کام اور مجھے بس وہی نظر آتا ہے جو میں کرنا چاہتا ہوں۔" گارڈین نے نرم لہجے میں کہا۔

"پھر تمہیں ہر کوئی مشین نظر آتا ہے، کسی کے جذبات کا خیال رکھو یا نہ رکھو، عزت نفس کا خیال تو رکھنا چاہیے۔" جینی نے احتجاجی انداز میں کہا۔

"رکھتا تو ہوں۔" گارڈین مسکرایا۔

"خاک خیال رکھتے ہو، جب دل چاہے بے عزتی کر دی، جب جی چاہا جھاڑ دیا، جیسے میں تمہاری زر خرید غلام ہوں۔" جینی پھٹ پڑی، وہ شائد اس کی مسکراہٹ سے چڑ گئی تھی۔

"اپنی اوقات میں رہو، میں تمہارا ماتحت نہیں، تم میری ماتحت ہو۔" گارڈین یکلخت غرایا۔

"تت۔۔تم۔۔دماغی۔۔"اس کے لہجے کی وجہ سے جینی کے چہرے پر

ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

"دماغی مریض کہنا چاہتی ہو۔ چلو کھڑی ہو جاؤ، دفع ہو جاؤ اور اپنی ذمہ داری پوری کرو، اگر کہیں کمی ہوئی تو سب سے پہلے تمہاری کھال کھینچ لوں گا۔" وہ حلق کے بل چیخا تو جینی اٹھ کر یوں بھاگی جیسے زلزلہ آیا ہو اور وہ عمارت سے نکلنا چاہتی ہو۔

"مم۔۔ میں۔۔ میں اسے گولی مار دوں گی۔" وہ راہداری میں دوڑتی چلی جارہی تھی۔

"اس سے پہلے میں تمہاری ہڈیاں تک جلا دوں گا۔" راہداری میں موجود کسی خفیہ سپیکر سے آواز سن کر وہ لڑکھڑائی اور منہ کے بل زمین پر گری، لاشعوری طور پر آگے بڑھنے والے ہاتھوں نے اس کا چہرہ زمین سے ٹکرانے سے بچالیا لیکن ہتھیلیوں پر پڑنے والے دباؤ سے کلائی کے جوڑ جیسے اتر گئے ہوں، تکلیف کے مارے اس کے منہ سے چیخ نکلی اور ساتھ ہی گارڈین کا ہذیانی قہقہہ بلند ہوا۔

"تمہاری حرکتوں کے باوجود تم زندہ ہو کیونکہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں لیکن اس سے تمہاری اوقات بلند نہیں ہوتی۔ تم لوگ جو بھی سوچتے ہو میں اس سے چار قدم آگے رہتا ہوں، تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ

چپ چاپ حکم مانو۔ اگر حکم مانتی رہو گی تو جان اور عزت دونوں محفوظ رہیں گی وگرنہ میں تمہیں اس تنظیم سے نکال دوں گا اس کے بعد تم معاشرے کے رحم پر ہو گی جہاں نہ تو جان محفوظ اور نہ ہی عزت۔"

گارڈین کی سخت آواز راہداری میں گونجتی رہی اور وہ سر جھکائے، ہونٹ بھینچے سنتی رہی۔ زبان نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا جس وجہ سے وہ خیالات کی حد تک گارڈین کو گالیاں دے رہی تھی۔

"چلو نکلو یہاں سے، کام پر لگ جاؤ۔" گارڈین پھنکارہ تو جینی تیزی سے کھڑی ہوئی اور سر جھکائے خفیہ دروازے سے ہوتی ہوئی اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔ وہ تیزی سے الماری کی طرف بڑھی، شراب کی بوتل نکال کر صوفہ کی طرف بڑھ گئی۔ اپنے لئے جام تیار کرتے ہوئے اس نے دو تین لمبے لمبے سانس لئے اور گلاس ہونٹوں سے لگالیا۔

"اس نے راہداری میں ساؤنڈ سسٹم کب لگوایا۔" وہ بڑبڑائی اور پھر چونک کر ادھر اُدھر دیکھا کہ اس کی بات تو کسی نے نہیں سنی۔

گلاس خالی کرنے کے بعد اس نے میز پر رکھا اور سائیڈ ٹیبل پر رکھے فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ملایا۔

"یس مادام۔" دوسری طرف سے مودبانہ آواز سنائی دی۔

"زنجبیل سے بات کراؤ۔" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس مادام۔" دوسری طرف سے جواب سن کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد گھنٹی بجی تو اس نے ریسیور اٹھایا۔

"یس۔۔"

"مادام، زنجبیل لائن پر ہے۔"۔

"یس مادام، زنجی بول رہا ہوں۔" تھوڑی دیر تک ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"میری رہائش گاہ کے انتظامات سخت کر دو، وہاں حملہ ہو سکتا ہے۔" جینی نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس مادام، میں خود پہنچ جاتا ہوں۔ حملہ آوروں کے بارے میں اگر کوئی کلیو مل جائے تو ہم پہلے ہی انہیں چھاپ لیتے۔" زنجی نے کہا۔

"ہم چاہتے ہیں کہ حملہ ہو۔" جینی نے کہا۔

"یس مادام۔۔؟۔" زنجی کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"ہاں، حملہ ہونے دو، حملہ آور زندہ پکڑنے ہیں۔ ان کے بارے میں تفصیلات بھی تمہیں تھوڑی دیر تک مل جائیں گی۔" جینی نے کہا۔

"جو حکم مادام۔" زنجی نے جواب دیا تو جینی نے ریسیور رکھ کر انٹر کام کا

ریسیور اٹھالیا۔

"یس مادام۔۔"

"گاڑی تیار کرو، میں اپنی رہائش گاہ پر جاؤں گی۔" اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس مادام۔" دوسری طرف سے جواب سن کر اس نے ریسیور رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ شراب کی بوتل اٹھا کر الماری میں رکھی اور ایک طرف سٹینڈ پر ٹنگا بھاری گاؤن اتار کر خود پہن لیا۔

اسے اس ملک میں رہتے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا، یہاں کی کچھ چیزیں اسے بہت پسند آئی تھیں جس وجہ سے وہ بھی ان پر "حسبِ استطاعت" عمل پیرا تھی۔ کھلے عام شراب پینا چھوڑ رکھا تھا، اگرچہ چست لباس پہنتی تھی لیکن کمرے یا رہائش گاہ سے نکلتے ہوئے بھاری گاؤن ضرور پہن لیتی۔

تھوڑی ہی دیر میں، گاؤن پہنے، آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگائے وہ لفٹ کے ذریعے بیسمنٹ میں بنی پارکنگ میں پہنچی جہاں سیاہ مرسڈیز کے ساتھ اس کا ڈرائیور موجود تھا۔ ڈرائیور نے تھری پیس سوٹ پہن رکھا تھا اور اس کی آنکھوں پر بھی سیاہ چشمہ تھا۔ یہ شخص نہ صرف ڈرائیور

بلکہ جینی کا باڈی گارڈ بھی تھا اور جینی کو اپنے بعد اس شخص پر ہی سب سے زیادہ اعتماد تھا اور ہوتا بھی کیوں نہ، یہ شخص پچھلے پانچ سالوں سے اس کی خدمت کر رہا تھا، اگرچہ وہ اس کا ماتحت تھا لیکن جینی اس کی عزت ایسے ہی کرتی تھی جیسے وہ اس کے خاندان کا کوئی بزرگ ہو۔

عمر میں جینی سے چار پانچ سال بڑا تھا، تندرست جسامت کی سنجیدہ شخصیت۔ اس نے جھک کر جینی کو سلام کیا اور گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔ جینی سر خم کر کے سلام کا جواب دیتی ہوئی گاڑی میں بیٹھی تو وہ دروازہ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ لمحوں میں گاڑی پارکنگ سے نکل کر سڑک پر آ پہنچی تھی۔

"مادام۔۔" سکوت کو توڑتی ہوئی بھاری آواز سنائی دی۔

"بولو ڈینورس۔" جینی نے چونک کر نظریں موبائل سکرین سے ہٹا کر ڈرائیور کی طرف دیکھا۔............(ڈَین وَرس)

"کلب میں کچھ عجیب چل رہا ہے، شائد آپ جانتی ہوں۔" ڈینورس نے سکرین کے پار دیکھتے ہوئے کہا۔

"کھل کر بات کرو۔" جینی نے موبائل ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے لگتا ہے کہ کلب میں نئے لوگ مستقل آ رہے ہیں اور شائد وہ باقی

لوگوں کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔"

"اور؟۔"

"ایک بہت عجیب بات ہے، ہو سکتا ہے میرا وہم ہو۔ کچھ ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو شراب پیتے پیتے مدہوشی کی طرف بڑھتے چلے گئے اور اچانک ہی شراب نوشی ترک کر کے ہوش حواس میں، بلاوجہ کلب سے نکل گئے ہوں۔ جیسے ذہنی رو بدل گئی ہو۔"

"بات تو عجیب ہے لیکن اس سے ہمارا کیا نقصان ہے؟۔" جینی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"ایسے ہی لوگوں میں سے ایک کو میں نے خفیہ پارکنگ سے گزر کر گیٹ نمبر دو کی طرف کئی بار آتے جاتے دیکھا ہے۔"

"اوہ، کیا وہ مقامی ہے؟۔" جینی چونک گئی۔

"یس مادام، میں اس وجہ سے چپ رہا کہ اس کے پاس انٹری کورڈز تھے اور وہ صرف آپ ہی کسی کو دے سکتی ہیں۔" ڈینورس نے جواب دیا۔

"گیٹ نمبر دو پر کوئی اور خاص سرگرمی؟۔" ڈینورس کی بات میں جینی کی دلچسپی محسوس کی جاسکتی تھی۔

"یس مادام۔ پرسوں ایک منی ٹرک میں کچھ سامان لایا گیا تھا، شائد

الیکٹریکل۔ "

"اوہ، کاش یہ تم پہلے بتا دیتے۔" جینی نے حسرت بھری آواز میں کہا۔

"سوری مادام، میرا خیال تھا۔۔۔۔۔"

"میں جانتی ہوں کہ تم نے کیوں نہیں بتایا، اٹس اوکے۔" جینی نے کہا۔

"اگر کوئی خدمت ہو تو میں حاضر ہوں مادام۔" تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد ڈینورس نے کہا۔

"جانتی ہوں ڈینورس، ضرورت کے وقت تم ہی کام آؤ گے۔" جینی نے طویل سانس اندر کھینچتے ہوئے موبائل پکڑ لیا اور کار میں خاموشی چھا گئی۔

"گونگی" تاریکی میں دو سائے ایک درخت کی جڑ میں ہل جل رہے تھے۔ یہ درخت کالونی کے ایک خالی پلاٹ کے وسط میں سینہ تانے کھڑا تھا۔ ان دونوں نے آنکھوں پر نائٹ گاگلز لگا رکھی تھیں اور چست لباس پہنے، شائد کسی اشارے کا انتظار کر رہے تھے۔

"صادق جیسا بُودا آدمی کیسے اس سسٹم میں فٹ ہو سکتا ہے فواد؟۔" ایک نے دوسرے شخص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سسٹم میں فٹ تو نہیں ہوتا لیکن ہمارے کوئی اور راستہ نہیں فی الحال۔" دوسرا شخص جو کہ سوپر فور کا انچارج فواد تھا، نے جواب دیا۔

"کچھ اور وقت مل جاتا تو اور رستے بھی مل جاتے۔"

"وقت ہی تو نہیں ہے ہمارے پاس، اس فائل کے علاوہ بھی وزارتِ دفاع سے نئی ہدایات ملی ہیں جن کی روشنی میں ہمیں اس گروپ کو جلد از جلد ختم کرنا ہے۔" فواد نے جواب دیا۔

"ختم؟۔ اوہ، وہ کیوں؟۔" پہلے نے چونک کر پوچھا۔

"یہ میں بھی نہیں جانتا۔" فواد نے جواب دیا۔

"پھر ہم لوگ جینی کلب پر دھاوا کیوں نہیں بولتے؟۔"

"سامنے کی بات ہے اسد، یہ صرف جینی نہیں ہے، کوئی اور بھی ہے اس کے پیچھے ہمیں اسی کو تلاش کرنا ہے۔ جینی کلب اور جینی کے خاتمے پر ہم اندھیرے میں رہ جائیں گے اور اصل مجرم بچ جائے گا۔" فواد نے کہا۔ "یہاں حملہ کرکے اطمینان سے اگلا زینہ تلاش کرسکتے ہیں۔"

"مجھے تو اس مشن کی ہی سمجھ نہیں آرہی۔ پہلے فائل ٹارگٹ تھی تو ہم یوسف حقانی کے قتل کی تفتیش کرنے لگے، اب ٹارگٹ ہی بدل گیا ہے، اب گروپ کا خاتمہ۔" اسد نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہاری بات سے ایک اور بات بھی سمجھ بھی آتی ہے۔ یوسف حقانی کا "عقاب" پراجیکٹ میں اہم حصہ تھا، وہ مارا گیا، ایسا تو نہیں کہ اس فائل میں موجود تمام نام خطرے میں ہیں جس وجہ سے اس گروپ کو جلد

از جلد ختم کرنے کی ہدایات دی گئی ہیں؟۔" فواد نے پرجوش انداز میں کہا۔

"بالکل درست اندازہ لگایا تم نے، سوال یہ ہے کہ اس گروپ کو ختم کرنے تک ان لوگوں کی حفاظت کون کرے گا جن کا نام اس فائل میں ہے؟۔" اسد نے کہا۔

"یہ وزراتِ دفاع جانے اور ان کا کام۔ میں تو بس اس کیس کے اصل مجرم تک پہنچنا چاہتا ہوں۔" فواد نے جواب دیا۔

"صادق نے جس طرح جینی کے بارے میں تفصیلات بتا دیں، مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا۔" اسد نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔

"صادق نے سب سچ بتایا ہے۔ اس طرح کا بندہ اس گروپ میں فٹ ہوتا نظر نہیں آتا جس وجہ سے مجھے امید ہے کہ ہمارے لئے ٹریپ لگایا گیا ہو گا۔" فواد نے کہا۔

"اس خیال کے بعد بھی ہم ٹریپ میں پھنسنے جا رہے ہیں؟۔" اسد نے چونک کر پوچھا۔

"اگر اب ہم پیچھے ہٹ گئے تو ہاتھ لگا کلیو بھی غائب ہو جائے گا، اگر مجرم ہی جینی کو مار کر نکل جائے تو پھر زیرو سے شروع کرنا پڑے گا۔ میں نے

اسی وجہ سے دو ٹیمیں بنائی ہیں کہ بیک اپ رہے، اس کے علاوہ جونیئر سٹاف بھی آس پاس تعینات ہے۔" فواد نے کہا۔

"اوہ، تو اس لئے اتنے مطمن ہو۔" اسد کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"بالکل، اور اسی لئے تمہیں بتا رہا ہوں تا کہ اس بے چینی سے چھٹکارہ پا سکو۔" فواد بھی مسکرایا، اسی وقت دور کہیں ہارن کی آواز سنائی دی۔

"چلو، وقت ہو گیا ہے۔" فواد کی سرسراتی ہوئی آواز سنائی دی اور وہ اٹھ کر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

اسد اس کے پیچھے تھا، وہ دونوں تاریکی کا ہی جزو محسوس ہو رہے تھے اور ان کے پاؤں کے "گونگے جوتے" اس احساس پر تصدیقی مہر ثبت کر رہے تھے۔ دو سے تین منٹ پیدل مارچ کے بعد وہ ایک کوٹھی کے عقب میں پہنچ کر رک گئے تھے۔ اس وقت وہ دھیمی روشنی کی زد میں تھے۔ دونوں مکمل طور پر سیاہ پوش نظر آرہے تھے۔ عمارت کے عقب میں رکتے ہی فواد نے پشت پر پہنچا بیگ اتارا، اس کی زپ کھول کر ایک چھوٹی وائر گن نکالی۔ بیگ اسد کی طرف بڑھا کر اس نے دوسری منزل کے جنگلے پر نشانہ سادھا، اگلے لمحے ٹھک کی آواز کے ساتھ وائر گن سے تیر نما آلہ تیزی جنگلے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں گراؤنڈ فلور کی طرف جاؤں گا، تم دوسری منزل دیکھتے ہوئے چھت پر۔ باقی ہدایات میں پہلے ہی دے چکا ہوں۔" رسی سیٹ کرنے کے بعد، فواد نے اسد سے بیگ لیتے ہوئے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

گن کو ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ کر اس نے اوپر چڑھنا شروع کیا، پھر دیوار پر پاؤں رکھ کر تیزی سے رسی تھامے دیوار پر چلتا چلا گیا، جلد ہی وہ جنگلے پر نظر آنے کے بعد وہاں سے ہٹ گیا اور اسد نے گن تھام لی۔

فواد اندر داخل ہوتے ہی ایک طرف دیوار سے لگ کر رک گیا اور سائلنسر ڈ پسٹل اس کے ہاتھ میں منتقل ہو گیا۔ چند ساعتیں یوں ہی گزر گئیں اور پھر وہ دیوار سے چمٹے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ عمارت کے بیرونی ڈیزائن کی مدد سے ارشاد نے متوقع اندرونی ڈیزائن سمجھا دیا تھا جس وجہ سے وہ آسانی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ جلد ہی وہ سیڑھیاں اتر کر گراؤنڈ فلور پر پہنچ گیا۔

گراؤنڈ فلور پر بڑے سے ہال کے ساتھ چار دروازے نظر آرہے تھے یعنی داخلی دروازے کے علاوہ چار کمرے تھے۔ ہال بالکل خالی تھا جس میں کم طاقت بلب روشن تھا۔ وہ پہلے داخلی دروازے کی طرف بڑھا اور

اس کا ہینڈل گھما کر لاک کھول دیا لیکن دروازہ بند ہی رہنے دیا، اس نے بیک اپ ٹیم کے لئے رستہ کھول دیا تھا۔ اس کے بعد وہ ہال سے گزرتا ہوا ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر اس نے باریک پن نکالی، پسٹل کو بائیں ہاتھ میں تھامتے ہوئے دائیں ہاتھ کے ساتھ اس نے ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔ فواد ٹھٹک گیا، اسے امید تھی کہ لاک لگا ہو گا اور جب خلاف توقع دروازہ کھلا تو لمحہ بھر کے لئے وہ رک گیا پھر دروازہ کھول کر اندر جھانکا، کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔ وہ تیزی سے اندر داخل ہوا، پشت پر دروازہ بند کر کے جیب میں ہاتھ ڈالا، پن جیب میں رکھتے ہوئے دوسری جیب سے چھوٹی ٹارچ نکال کر روشن کی اور کمرے کی صورتحال محسوس کرتے ہوئے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ گیا، اگلے ہی لمحے چٹ سے کمرہ روشن ہو گیا۔

کمرے میں اضافی فرنیچر ترتیب سے رکھا گیا تھا۔ وہ فرنیچر کو دیکھتا ہوا کمرے میں گھوم کر اس کی ایک دیوار میں نصب دروازے کی طرف بڑھ گیا جو کہ اٹیچ واش روم کا ہونا چاہیے تھا۔ دروازہ کھول کر اس نے سر آگے بڑھا کر واش روم کا جائزہ لینے چاہ اور ساتھ ہی بوکھلا گیا، کسی نے اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی تھی، اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، دھڑام سے

پشت کے بل زمین پر آرہا، اس کا سر فرش سے ٹکرایا اور منہ سے غیر ارادی طور پر چیخ نکل گئی، وہ اٹھنے کی کوشش میں ہی تھا کہ روشنی گل ہوئی اور یوں محسوس ہوا جیسے اس پر تین چار افراد نے ہلہ بول دیا ہو۔ کمرہ عجیب سی غراہٹوں سے پر شور ہو گیا اور تھوڑی ہی دیر میں فواد ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتا چلا گیا۔

وہ ہلکی ہلکی روشنی میں بھوت ہی محسوس ہو رہے تھے، دونوں دروازے کی اطراف میں دیوار سے چپکے ہوئے تھے، ہر ایک کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ ایک سایہ آگے بڑھا اور مرکزی دروازے کا ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا، دونوں جھکے جھکے انداز میں اندر داخل ہوئے، پچھلے سائے نے مڑ کر دروازے کو لاک کر دیا اور پھر تیزی سے ہال میں آگے بڑھ گئے۔ ایک دروازے کا کھلا پٹ دیکھ کر انہوں نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پہلے نے دوسرے کو رکنے کا اشارہ کیا اور خود تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پٹ کو پیچھے دھکیلا اور پھر ہڑبڑا کر سیدھا ہوا۔ سامنے فرش پر ایک وجود پڑا تھا جسے اٹھانے کے لئے تین افراد جھکے ہوئے تھے۔

"ہینڈز اپ۔" نووارد گن تانتے ہوئے غرایا تو تینوں اچھل پڑے اور تیزی سے ہاتھ سر سے بلند کرتے ہوئے اس کی طرف مڑ گئے۔

"کوئی حرکت نہیں، ورنہ گولی مار دوں گا۔" نووارد نے تینوں میں سے ایک کی بے چینی بھانپتے ہوئے کہا۔

"بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے۔" اچانک زمین پر گرے وجود میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اٹھ بیٹھا۔

اسے اٹھانے کے لئے جھکنے والے تینوں افراد کی شکلیں دیکھنے لائق تھیں، وہ ہونق بنے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"کوئی دیر نہیں کی، کاشن ملتے ہی ہم پہنچ گئے ہیں۔" نووار نے کہا۔

"زوبی کہاں ہے؟۔"

"وہ ہال میں ہے۔" نووارد نے جواب دیا۔ تب تک دوسرا شخص، جو کہ فواد تھا، کھڑا ہو چکا تھا، اچانک اس کا ہاتھ گھوم گیا اور ان تینوں میں سے ایک چیخ کر منہ کے بل گرا، دوسرے کے پیٹ میں فواد کی لات لگی اور تیسرے کے سر پر ہاتھ رکھ کر پوری قوت سے اس کا سر دیوار سے دے مارا۔ ایک ہی ضرب میں وہ چیں بول گیا جبکہ لات کھانے والا ذرا دور، کینہ توز نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔ کبھی وہ فواد کو دیکھتا تو کبھی اپنے دو

بے ہوش ساتھیوں کو۔

"اور کتنے لوگ ہیں عمارت میں ؟۔ "فواد نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"ہم تینوں ہی ہیں بس۔ " اس نے نفرت سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہاری میڈم کہاں ہے ؟۔ "فواد نے پوچھا۔

"کون سی میڈم ؟۔ "

"میڈم جینی۔ "

"اوہ، تو تم ۔۔۔ ۔ "اس شخص نے کسی دانا آدمی کی طرح سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر چیخ کر دیوار سے جا ٹکرایا۔ گن بردار، جو دروازے میں کھڑا تھا اس آگے بڑھتے ہوئے گن کا دستہ کندھوں کے بیچ دے مارا تھا۔

"جینی کہاں ہے ؟۔ "فواد غرایا۔

"مم ۔۔ میں نہیں جانتا۔ س۔ سچ میں ۔۔ "

"اسے گولی مار دو ارشاد۔ "فواد نے گن بردار سے کہا۔

"مم ۔۔ میں ۔۔ س ۔۔ "۔ اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں ارشاد کی طرف دیکھا جو گن کی نال اس کے سینے سے لگا چکا تھا۔

"ہمیں جینی کا پتہ چاہیے، اگر تم نہیں جانتے تو ہمارے کسی کام کے نہیں۔ "ارشاد نے سخت لہجے میں کہا۔

"وہ واقعی نہیں جانتا کہ جینی کہاں ہے۔ "

اچانک ہال میں ایک آواز گونجتی سنائی دی تو وہ تینوں ہی چونک گئے۔ ہال میں زوبی تھی اور اب تک یقیناً اسد بھی پہنچ ہی گیا تھا پھر ان کی موجودگی میں یہ تیسری آواز؟۔ ارشاد تیزی سے باہر کو لپکا جبکہ فواد نے اپنے شکار کو باہر کی طرف اشارہ کیا، وہ چپ چاپ آگے بڑھ گیا۔ ہال میں ان پانچوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا۔

"یہ آواز کس کی تھی؟۔ "فواد نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کہیں ساؤنڈ سسٹم سے آواز آئی ہے۔ "زوبی نے کہا۔

"کون ہو تم؟۔ "فواد نے دیواروں کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"غلط سوال۔ تم جیسے بے وقوف آج تک میری نظر سے نہیں گزرے جو صادق کے بودے پن کے باوجود یہاں تک چلے آئے۔ "سامنے والی دیوار سے آواز آئی۔

"ضروری نہیں کہ جو تم سوچ رہے ہو سب ویسا ہی ہو۔ "فواد مسکرایا۔

"اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جو تم سمجھ رہے ہو وہ بھی درست ہو۔

میرے ایک قدم سے تم نے اپنی ٹیم کو اندر بلا لیا۔"

"ایک قدم؟؟۔" فواد نے چونک کر پوچھا۔

"جس کمرے میں تم داخل ہوئے، اسی طرح کے حالات ہر کمرے میں تمہارے منتظر تھے، جس کمرے میں بھی جاتے ،یہی ہوتا اور ان حالات کی وجہ سے تم کسی نہ کسی کو بلاتے ضرور۔ تم نے بے ہوشی کا ڈرامہ کیا، مجھے پسند آیا، اسی دوران تم نے اپنے آدمیوں کو کاشن دیا، یہی میں چاہتا تھا۔"

"اب جب کھیل تمہارے ہاتھ میں تو پھر سامنے آؤ۔" فواد نے کہا۔

"کھیل میرے ہاتھ میں ہے تب بھی میں سامنے نہیں آؤں گا، بس تمہیں اپنی طاقت کا ایک نمونہ دکھاؤں گا۔ وہ نمونہ دیکھنے کے بعد یہاں سے نکلنے کی کوشش مت کرنا کیونکہ جیسے ہی دروازے کا ہینڈل گھماؤ گے، تمہارے وجود سینکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔"

"کیا مطلب؟۔" فواد چونک گیا اور پھر سب کی طرف دیکھا، سب اپنی اپنی جگہ الرٹ ہو گئے تھے جبکہ فواد پر حملہ کرنے والا ایک طرف دیوار سے لگا کھڑا تھا۔

"ہاہاہاہا، اتنی جلدی گھبرا گئے۔" دیوار سے طنزیہ آواز سنائی دی۔

"بکواس بند کرو اپنی۔"

اسد کی برداشت شاید جواب دے رہی تھی، اسی وقت پچک کی آواز سنائی دی اور ہر ایک کے جسم کو جھٹکا لگا۔

"اوہ۔۔"۔۔ سب کے منہ سے بے اختیار ایک ہی لفظ نکلا اور وہ پھٹی پھٹی نظروں سے سامنے دیوار سے لگے اس شخص کو دیکھ رہے تھے جس کا سر تربوز کی طرح پھٹ گیا تھا اور بھیجا دیوار سے چپکا ہوا تھا، وہ دھپ سے فرش پر گرتا چلا گیا۔

"ی۔ یہ۔ یہ کیا؟"۔ "ارشاد کے منہ سے مارے حیرت کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ نکلے۔

"سامنے آؤ بزدل کہیں کے۔" فواد نے دھاڑتے ہوئے ہوئے کہا لیکن دوسری طرف سے جواب نہ ملا۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟۔ نہ گولی چلی نہ دھماکہ ہوا اور جیتا جاگتا انسان ایک لمحے میں اگلے جہان۔" زوبی بڑبڑائی۔

"یہ چاہتا کیا ہے ہم سے؟۔" ارشاد نے فواد کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ تو چاہتا ہو گا، اب باہر نکلنے میں بھی خطرہ ہے، ایک راستہ ابھی بھی

ہے۔"۔۔ فواد نے کہا۔

"کونسا؟۔" ارشاد کے علاوہ باقی دونوں نے بیک زبان کہا۔

"پاس آجاؤ، بتاتا ہوں تاکہ اسے آواز تک نہ جائے۔" فواد نے کہا تو سب تیزی سے اس کی طرف بڑھ گئے۔

گارڈین نے دارالحکومت پہنچتے ہی تمام ماتحتوں کو کوئی نہ کوئی کام دے دیا تھا اور خود سب کی نظروں سے اوجھل جینی کلب میں بیٹھ رہا۔ اس نے جینی کو نئ اور خفیہ رہائش گاہ پر منتقل کرتے ہوئے اس کی پرانی رہائش گاہ میں اپنا سیٹ اپ لگا لیا تھا۔ جینی کلب رہنے، اس کی رہائش گاہ کو استعمال کرنے، اس کے لوگوں کو استعمال کرنے کے پیچھے اس کا مقصد تھا۔ اس مقصد کے تحت اس نے وزارتِ دفاع سے فائل چوری کروائی، پھر یوسف حقانی کو مروایا۔ اپنے ٹارگٹ کی طرف بڑھتے ہوئے اس کی گھات لگانی کی تیاریاں عروج پر رہیں۔ اس نے جینی کے ماتحت رسل، جو کہ یوسف خاقانی کے قتل میں ملوث تھا، پر نظر رکھی، اس پر نقلی حملہ کروایا تاکہ اگر کوئی ادارہ اس کے پیچھے ہے تو اس پر ہاتھ ڈالے، اس کا اندازہ درست ثابت ہوا اور نقلی حملے کے دوران ہی کچھ لوگ

سامنے آئے جو رسل کو لے کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

گارڈین جانتا تھا کہ رسل کی، جینی کے علاوہ صادق تک ہی رسائی ہے اور رسل کے پکڑے جانے کے بعد یا تو جینی کی نگرانی ہو گی یا صادق کی۔ جینی پہلے ہی گارڈین کی نگرانی میں تھی، اس نے صادق پر بھی پہرہ بٹھا دیا اور جلد ہی صادق کو دبوچ لیا گیا جس کے بعد یہ بات ظاہر تھی کہ اگلا نمبر جینی کا ہے۔ جینی پر ہاتھ ڈالنے کے لئے اس کی رہائش گاہ موزوں تھی یا پھر رستے میں اسے اغوا کر لیا جاتا۔ گارڈین نے جینی کی رہائش گاہ بہت پہلے ہی خفیہ طور پر بدل دی تھی جس وجہ سے دونوں خطرے ٹل گئے اور گارڈین خود، جینی کی پرانی رہائش گاہ، جو اب اس کے لئے شکار گاہ تھی، کا سیٹ اپ سنبھال بیٹھا۔

وہ جانتا تھا کہ حملہ آور بہت محتاط ہوں گے اور اب تک کی کارکردگی سے ظاہر تھا کہ یہ لوگ تربیت یافتہ ہیں، اس کا اندازہ تھا کہ انٹیلی جنس ہی اس کے پیچھے ہے۔ آخر کار وہ رات آ ہی گئی جب وہ لوگ جینی کی پرانی رہائش گاہ پر آ دھمکے۔ گارڈین کی پیشگی منصوبہ بندی کی وجہ سے فواد کو اپنے ٹیم ممبرز کو بلانا پڑا اور سارے ایک چھت تلے اکٹھے ہو گئے، گارڈین کو امید تھی کہ ابھی ان کے ساتھ اور لوگ بھی ہوں گے لیکن

اس کا اندازہ تھا کہ اہم وہی چار ہیں جو اس کے ہاتھ لگ چکے ہیں۔ اب وہ اگلا قدم اٹھانا چاہتا تھا تا کہ ان چاروں کے پیچھے آنے والے اسی لَیول پر رک جائیں، اور انہیں روکنے کے لئے وہ ان چاروں کو ہی استعمال کرنے والا تھا جو اس وقت کوئی خاص منصوبہ بنا کر الگ ہوئے تھے، اس کے بعد سے وہ چاروں عمارت کی تلاشی لیتے ہوئے نظر آئے، اسی تلاشی کے دوران ان میں سے ایک کے ہاتھ پراجیکٹ "عقاب" کی فائل لگی جسے دیکھ کر وہ پرجوش نظر آنے لگے اور گارڈین ذو معنی مسکراہٹ کے ساتھ انہیں سکرین پر دیکھتا رہا۔

"جلدی کرو بچو۔ بہت کام ہے ابھی۔" اس نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے جمائی لی۔

فائل ملنے کے بعد وہ زیادہ چوکس نظر آنے لگے تھے، جلد ہی ان میں سے ایک نے تہہ خانے کا رستہ ڈھونڈ نکالا اور گارڈین چونک کر سیدھا ہوا۔

"گئی بھینسیں پانی میں۔" وہ مقامی زبان میں بڑبڑایا۔

تہہ خانے کا انکشاف ہوتے ہی وہ تیزی سے پوزیشنز میں آ گئے، ان کے چہروں پر امید کی روشنی ضرور دیکھی جاتی اگر چہروں پر نقاب نہ ہوتے۔

وہ ایک ایک کر کے تہہ خانے میں اترنے لگے۔ ان کے تہہ خانے میں اترتے ہی گارڈین نے جھپٹ کر ریسیور اٹھایا۔

"یس باس۔"

"وہ پہنچ رہے ہیں، ہری اپ۔" گارڈین دھاڑا۔

"یٖ۔ یس۔ یس۔ باس۔ یس باس۔" دوسری طرف سے ہکلاتے ہوئے کہا گیا اور گارڈین نے ریسیور میز پر پھینک دیا۔ اس کے چہرے پر سرخی چھارہی تھی اور آنکھوں میں عجیب سی چمک نظر آنے لگی تھی۔

ان لوگوں کے تہہ خانے میں گھسنے کے تین منٹ بعد، اس کمرے سے، جس میں فواد پر حملہ ہوا تھا، ایک شخص برآمد ہوا اور تیزی سے تہہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا، اس نے تہہ خانے کا دروازہ باہر سے بند کیا اور پھر دیوار پر مخصوص جگہ ہاتھ مارا تو ایک پینل نمودار ہوا، اس نے مخصوص کورڈز لگائے اور پھر جہاں سے آیا تھا، وہیں غائب ہو گیا۔ اب وہ لوگ چاہ کر بھی پہلی عمارت میں لوٹ نہیں سکتے تھے۔

"اب آئے گا مزہ۔" گارڈین نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور پھر کی بورڈ پر اس کی انگلیاں تیزی سے چلنے لگیں۔ جلد ہی سکرین تین حصوں میں تقسیم ہوئی جن میں سے ایک میں وہ چاروں ایک ٹنل میں سے گزرتے

ہوئے نظر آئے جبکہ ایک حصے میں مرکزی سڑک، دوسرے میں ایک عمارت کا اندرونی منظر تھا۔ گارڈین نے ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن دبا دیا، اب اسے ان چاروں کے قدموں کی آواز بھی سنائی دینے لگی تھی۔

"دوسری طرف نکلتے ہوئے محتاط رہنا۔" لڑکی، جسے زوبی کہا گیا تھا، نے کہا۔

"اگر یہ ٹنل بھی بگڈ ہوئی اور وہ یہ سب دیکھ رہا ہوا تو پھر؟۔" ایک نے کہا۔

"داخل ہونے سے پہلے چیک کیا تھا، میرے خیال سے احتیاط تو کرنی چاہیے۔" دوسرے نے جواب دیا۔

"یہ لو احتیاط۔" پہلے نے کہا جو کہ ان کا لیڈر تھا اور ٹک کی آواز کے ساتھ ٹنل میں لگا بلب ہی اڑ گیا، اسی طرح اس نے سارے بلب اڑا دیئے اور پھر پینسل ٹارچ روشن ہوئی۔ "اب ہم قدرے محفوظ ہیں۔" لیڈر نے کہا۔

"ذہین تو ہے کچھ کچھ۔ لیکن میں بھی کم تو نہیں۔" گارڈین بڑبڑیا۔ "اب تم ساری احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر دوڑ لگاؤ گے بیٹے۔" اس نے ایک بٹن دباتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا اور پھر گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہی

جیسے شدید زلزلہ آگیا ہو، ایسے لگ رہا تھا جیسے فوج نے حملہ کر دیا ہو، آگے پیچھے دو دھماکے ہوئے اور گارڈین بیٹھا مسکرایا رہا، ادھر سکرین پر پینسل ٹارچ کی روشنی اب بھاگنے لگی تھی۔

"جلدی بھاگو، پچھلی عمارت کو اڑا دیا گیا ہے شاید، ٹنل بیٹھنے سے پہلے نکلنا ہو گا۔ "لیڈر حلق کے بل چیخ رہا تھا۔

"ہاہاہاہاہا۔۔۔ "گارڈین اس کی آواز سن کر کھڑا ہو گیا اور ہنس ہنس کر اس کے آنسو نکلنے لگ گئے تھے، وہ پیٹ پکڑے ہنسے جا رہا تھا جیسے وہ ننھا بچہ ہو۔ " جلدی بھاگو، جلدی بھاگو، حرام خورو جلدی بھاگو۔ " وہ اس گروپ کے لیڈر کی آواز میں چلاتا اور ہنستا چلا جا رہا۔

اس کی ہنسی کو تب بریک لگی جب ان کے قدموں کی آواز بند ہوئی اور وہ ایک بند جگہ پہنچ کر رک گئے۔

"میں آسان کر دیتا ہوں۔ "گارڈین بڑبڑایا اور کی بورڈ پر اس کی انگلیاں دوڑنے لگیں۔ چند لمحوں بعد وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور اسی وقت ان میں سے کسی نے ٹنل کا دروازہ کھلنے کا اعلان کر دیا۔

"عمارت تباہ ہونے کا مطلب ہے کہ ٹنل میں کیمرے وغیرہ نہیں تھے، ہمارے موت کے لئے ہی عمارت اڑائی گئی ہے۔ "زوبی کی آواز سنائی

دی۔

"ایسا ہی لگتا ہے، چلو نکلو اس شیطان کی آنت سے۔" لیڈر کی آواز سنائی دی اور وہ سب تہہ خانے سے باہر نکلنے لگے، ساتھ ہی گارڈین نے سکرین پر نظر آنے والے حصوں کو اسی عمارت تک محدود کر دیا۔

"عمارت تو تماری موت کے لئے ہی اڑائی ہے لیکن صرف تمہارے ادارے کی نظروں میں۔" گارڈین بڑبڑایا۔ "موت سے سامنا تو اب کرو گے تم لوگ۔"

وہ اب اس عمارت کے کمروں کی تلاشی لے رہے تھے جو کہ بالکل خالی تھی۔ ابھی تلاشی جاری تھی کہ دھماکے سے اس عمارت کا مرکزی دروازہ کھلا جس میں ایک گن بردار نقاب پوش کھڑا تھا جبکہ دوسرا ہاتھوں میں دو بڑے خنجر تھامے کھڑا تھا۔

"یہ ہوئی ناں بات۔ شاباش میرے شیر و۔" گارڈین نے نعرہ لگایا۔

سکرین پر نظر آرہا تھا کہ دونوں پارٹیاں ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑی ہیں اور اسی وقت بجلی بند ہو گئی، بجلی بند ہوتے ہی سکرین تاریک پڑ گئی اور گارڈین جہاں تھا، وہیں رک گیا جیسا جم گیا ہو۔

ٹنل سے نکل کر وہ تہہ خانے میں پہنچے۔ ارشاد اس کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگا اور جلد ہی دروازہ کھل گیا۔ وہ چاروں محتاط انداز میں عمارت میں گھومنے لگے، عمارت خالی ہی تھی۔

"قسمت اچھی تھی جو نکلنے کا یہ رستہ مل گیا ورنہ ہم اس عمارت میں جل کر راکھ ہو گئے ہوتے۔" زوبی نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

"کیا ارادہ ہے اب؟۔" ارشاد نے پوچھا۔

"فائل تو مل گئی ہے لیکن ہمارا دشمن ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ انہیں ختم کرنے کا موقع ہاتھ سے جاتا رہا، اب پھر زیرو پر لوٹ آئے ہیں۔" فواد نے کہا۔

"اب پھر جینی پر ہی ہاتھ ڈالنا پڑے گا۔" اسد نے کہا اور اسی وقت دھماکے سے مرکزی دروازہ کھلا تو انہوں نے برق رفتاری سے گنوں کا رخ دروازے کی طرف کر دیا۔

دروازے کے وسط میں دو سیاہ پوش کھڑے تھے، ایک نے ان کی طرف مشین گن تان رکھی تھی جبکہ دوسرے کے ہاتھوں خنجر چمک رہے تھے، پہلی نظر میں وہ کوئی ترسا ہوا اقصائی محسوس ہو رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ ان کے درمیان کوئی بات ہوتی، اچانک بجلی بند ہو گئی۔

"خبر دار، کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے ورنہ نقصان کا ذمہ دار وہ خود ہو گا۔" فواد کو ایک سرد آواز سنائی دی۔

"کون ہو تم لوگ؟۔" فواد نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"ہم وہ ہیں جن کے خنجر اندھیرے میں بھی گلے کا نشانہ درست لیتے ہیں۔" کسی نے ہانک لگائی۔

اسی وقت کھٹاک کی آواز کے ساتھ "خنجر کا نشانہ" لگانے والے بھائی کی چیخ سنائی دی اور دروازے کا پٹ پوری قوت سے بند ہوا۔ ساتھ ہی غراہٹ سنائی دی اور نسوانی چیخ سنائی دی جو عمارت سے باہر، برآمدے کی طرف بڑھتی ہوئی سنائی دی۔

"اوہ، سنبھلو۔" فواد نے چیخ کر کہا، اسی وقت لائٹیں جل اٹھیں۔ فواد اور باقی دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے تیزی سے باہر کی طرف بڑھے لیکن اسی وقت ارشاد کی دلخراش چیخ نے ان کے اوسان خطا کر دیئے، فواد نے مڑ کر دیکھا تو ارشاد شانے پر ہاتھ رکھے چپ لیٹا تھا، اسی وقت ٹھک کی آواز کے ساتھ دوسری طرف بھی چیخ سنائی دی اور فواد کی گردن کو دوبارہ گھومنا پڑا۔ یہ چیخ خنجر بردار کی تھی، وہ ہاتھ جھٹک رہا تھا۔

"اس نے ارشاد پر خنجر پھینکا ہے۔" اسد نے پھنکارتے ہوئے کہا اور اسی وقت جیسے بجلی چمکتی ہے، فواد اسد سے ٹکرایا اور اسے لیتا ہوا زمین پر آگرا۔ اگر ایک لمحے کی بھی دیر ہوتی تو خنجر اسد کے سینے میں گھس چکا ہوتا۔

"کون ہیں یہ ؟۔" فواد کی وحشت بھری آواز سنائی دی اور وہ تیزی سے کروٹ لے کر سیدھا ہوا، جمپ مارتے ہوا کھڑا ہوا تو ہال خالی تھا۔ وہ تیزی سے باہر کو لپکا، اسد اس کے پیچھے تھا۔

پہل زوبی نے کی تھی جس نے دروازے کے قریب ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مشین گن اور خنجر بردار، دونوں پر حملہ کر دیا تھا جس کے

بدلے میں اسے باہر کھینچ لیا گیا تھا۔

"گولی مار دونوں۔۔۔" کہتا ہوا فواد مجسمے کی طرح ساکت ہو گیا۔

برآمدے میں زوبی کسی کے ساتھ لڑ رہی تھی جبکہ وہ دو نقاب پوش پوزیشنز سنبھالے کھڑے تھے، اسد اور ارشاد نے بھی گنیں تان لیں جبکہ فواد سکتے کی حالت میں لڑائی دیکھنے میں مصروف تھا۔ زوبی اگرچہ ماہرانہ انداز میں حملے کر رہی تھی لیکن حریف، جو کہ لڑکی ہی تھی، وہ زوبی کو جیسے کِھلا رہی تھی جیسے وہ بچی ہو۔

اچانک زوبی کا ہاتھ سامنے والی کی گردن پر پڑا اور وہ جھٹکے سے ستون سے ٹکرائی لیکن رکنے کی بجائے وہ غراتی ہوئی زوبی سے ٹکرائی اور اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر ستون سے دے مارا، ایک لمحے کے لئے اس کا ہاتھ بلند ہوا جس میں چھوٹے خنجر کی چمک نظر آئی اور اس کا ہاتھ برق رفتاری سے زوبی کی گردن کی طرف بڑھا۔

"ثانیہ۔"۔ فواد کے منہ سے نام پھسل گیا۔ اس نام کے ساتھ ہی سب کے سب ساکت ہو گئے جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ سب کا ردعمل ایک جیسا تھا، یہ نام سب کے لئے "سٹیچو" کہنے کا کام کر گیا اور حملہ آور لڑکی فواد کی طرف مڑی۔

"فواد۔۔" اس نے حیرت بھری آواز میں کہا۔

"ہاں، وہ زوبی ہے۔" فواد نے میکانکی انداز میں کہا اور ثانیہ تیزی سے پیچھے ہٹ گئی۔

"معاف کرنا، میں پہچان نہیں سکی۔" ثانیہ نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"تم یہاں کیسے؟" فواد نے قدم بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"نہ بھئی نہ۔" خنجروں والا ایک قدم آگے بڑھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں خنجر تھا، اسی ہاتھ سے اس نے دوسرا بازو تھام رکھا تھا، اسد کی چلائی گولی کا نشانہ بننے والا وہی بازو تھا۔

"میں جانتی ہوں انہیں۔" ثانیہ نے خنجر بردار سے کہا تو وہ کندھا اچکا کر رک گیا جیسے یہ سن کر اسے مایوسی ہوئی ہو۔

"تم یہاں کیسے؟" ثانیہ نے حیرت بھری آواز میں کہا۔

"یہی سوال میں نے بھی پوچھا ہے۔" فواد کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہم لوگ۔۔ بس۔۔۔" ثانیہ نے کہنا شروع کیا۔

"ہم ایک مجرم کے پیچھے ہیں۔" ثانیہ کے ساتھی گن بردار نے دخل

اندازی کرتے ہوئے کہا۔

"کیسا مجرم؟۔" فواد نے پوچھا۔

"ہلکے نیلے رنگ کا، گول مٹول۔" خنجر بردار نے قہقہہ لگایا۔

"منہ بند رکھو۔" گن بردار نے اسے ڈانٹا تو اس نے گھور کر گن بردار کو دیکھا۔

"کن نمونے میں جا گھسی ہو تم؟۔" فواد نے کہا تو خنجر بردار نے احتجاجی نظروں سے ثانیہ اور گن بردار کی طرف دیکھا۔

"تمہیں اتنا ہی بتا سکتی ہوں کہ یہ سرکاری کام ہے۔" ثانیہ نے کہا۔

"میں بھی یہی بتا سکتا ہوں۔" فواد مسکرایا۔

"یہاں کیسے پہنچے؟۔"۔ ثانیہ نے پوچھا۔

"جیسے تم لوگ پہنچے۔" فواد مسکرایا۔

اسی وقت اندر سے دلخراش چیخ سنائی دی، آواز اتنی دہشت ناک تھی کہ سب کانپ کر رہے گئے۔

"اوہ، یہ کون ہے اب؟۔" کہتے ہوئے اسد عمارت میں داخل ہو۔

"میں دیکھتی ہوں۔" زوبی نے کہا اور اسد کے پیچھے چلی گئی۔

"عمارت تو ہم نے دیکھی تھی کہ خالی ہے پھر اندر سے اور یہ خ۔۔" فواد

نے کہنا شروع کیا ہی تھا کہ اسد اور ارشاد کی چیخیں سن کر وہ رک گیا اور پھر دیوانہ وار اندر گھس گیا، اس کے پیچھے باقی سب بھی اندر گھستے چلے گئے۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے، سرر کی آواز کے ساتھ داخلی دروازے کی جگہ بھاری چادر گری اور باہر جانے کا رستہ بند ہو گیا۔ ابھی وہ حیرت سے لطف اندوز نہیں ہو پائے تھے کہ اسد اور زوبی بھی سیڑھیاں اترتے وہاں پہنچ گئے، ارشاد کھڑا ہو چکا تھا اور کینہ توز نظروں سے خنجر بردار کو گھور رہا تھا، اس نے شانے سے خنجر نہیں کھینچا تھا۔

"تم لوگ کیوں چیخے تھے؟۔" فواد نے جھٹ سے پوچھا۔

"ہم لوگ؟۔ ہم کیوں چیخنے لگے بھلا؟۔" اسد نے کہا تو فواد نے الجھی ہوئی نظروں سے سب کی طرف دیکھا۔

"یہ جال ہے۔" ثانیہ کے گن بردار ساتھی نے کہا تو سب چونک گئے۔

"جال۔۔۔" زوبی نے پر خیال لہجے میں کہا۔

"ہاں، یہی ہے جسے جال کہتے ہیں۔" ایک دیوار سے فواد کو جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

"تم۔ گھٹیا مینڈک۔" زوبی غرائی تو قہقہہ بلند ہوا۔

"تم لوگ کیا سمجھے کہ اس عمارت سے اِس عمارت تک کا فاصلہ اپنی

مرضی سے طے کیا ہے تم لوگوں نے، ایسا ہوا کیونکہ میں یہی چاہتا تھا۔ "اس نے جواب دیا۔

"کون ہے یہ؟۔ "ثانیہ نے فواد سے پوچھا۔

"تم تو مت بھولو میری جان، سوغات کو بھول گئے تم لوگ۔ "یہ جواب سن کر ثانیہ نے چونک کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"سوغات کی وجہ سے تو تم لوگ اس عمارت تک پہنچے ہو۔ "آواز آئی۔

"کیا چاہتے ہو ہم سے؟۔ "ثانیہ کے گن بردار ساتھی نے پوچھا۔

"میں تو کچھ نہیں چاہتا، تمہارے بھائی، تمہاری قوم تم سے کچھ چاہتی ہے۔ تمہارے لئے اچھا رہتا کہ تم لوگ اس جھنجھٹ میں نہ پڑتے، کیا کریں، اب پڑ ہی چکے ہو تو۔۔۔ کچھ دیر میری ذہانت کی کہانیاں مس زوبی کے منہ سے سنو، پھر تمہیں تمہارے باقی دوستوں کے پاس پہنچا دوں گا۔"

"تم ہو کون؟۔ "ثانیہ نے جھنجھلائی ہوئی آواز میں پوچھا لیکن جواب ندارد۔

"اب یہ نہیں بولے گا، چپ چاپ سنتا رہے گا۔ "زوبی نے کہا۔

"نفسیاتی مریض ہے، ہمیں بے بسی محسوس کرا کے لطف اندوز ہوتا ہے

شاید۔" فواد نے کہا۔

"ہم سب کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کے پیچھے کیا مقصد ہو سکتا ہے؟۔" ثانیہ کے گن بردار ساتھی بڑبڑایا۔

"نکلنے کا رستہ تلاش کرو۔" گن بردار نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ خالی دھمکی نہیں دے رہا، ابھی تھوڑی دیر پہلے ہونے والے دھماکے اسی نے کئے ہیں، وہ عمارت اڑانے کی طاقت رکھتا ہے۔" زوبی نے تلخ لہجے میں کہا۔

"کوئی نہ کوئی رستہ ضرور ہو گا۔" ثانیہ نے جواب دیا۔

"تم لوگ کیسے پہنچے؟۔" فواد نے پوچھا۔

"میرے خیال سے بھی یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اپنی اپنی کہانی بتائیں، دونوں ٹیموں کے اکھٹے ہونے کا مطلب ہے کہ ہمارا حدف ایک ہے اور وہ ہمارے بارے میں سب کچھ جانتا ہے جبکہ ہم لاعلمی میں ایک دوسرے پر ہی ٹوٹ پڑے۔ اگر پہچان نہ ہوتی تو خدا نخواستہ بھاری نقصان ہو جاتا۔" ثانیہ کے گن بردار ساتھی نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تم سے متفق ہوں، اب ضروری ہو گیا ہے کہ ہم حالات کا تجزیہ

کریں، وہ تبھی ممکن ہے جب ہم اپنی اپنی کہانی سنائیں کہ یہاں تک کیسے پہنچے۔ " فواد نے اس کی طرف رخ موڑتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا تو گن بردار نے ثانیہ کی طرف دیکھا۔

"مجھے فواد پر اعتماد ہے۔ " ثانیہ نے کہا تو گن بردار نے طویل سانس خارج کیا۔

"بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ " اس نے گن کی نال سے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور سب آگے بڑھ گئے۔

باب دوم

دوسرا وار

ثانیہ اپنی رہائش گاہ پر موجود تھی، وہ ابھی اپنے لئے چائے بنا کر کچن سے لوٹی تھی اور پھر دیوار پر لگی ایل سی ڈی آن کر کے وہ صوفے میں دھنس گئی۔ کپ کو ہونٹ لگاتے ہی وہ ٹھٹک گئی۔ اس نے چائے کی پیالی سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے توجہ خبر پر مرکوز کر دی۔ نیوز اینکر آفتاب اور بشیر فضلی والا سانحہ تفصیل سے بیان کر رہی تھی۔ ثانیہ کے چونکنے کے لئے طریقہ واردات ویسے بھی کافی تھا لیکن یہ طریقہ واردات تو "سوغات" میں سامنے آچکا تھا۔ اس کے بارے میں وہ واپسی کے سفر کے دوران کافی کچھ سن چکے تھے، حکومت نے سوغات میں ہونے والے سانحہ کی خبر کی اصلیت بگاڑ کر شائع کرنے کی اجازت دی تھی

جس وجہ سے بہت کم لوگوں کو علم تھا کہ ضمیر کی موت کیسے ہوئی لیکن اب آفتاب اور بشیر کی اسی طرح ہونے والی موت نے ثانیہ کو چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ خبر سننے کے بعد وہ کچھ دیر سوچ میں ڈوبی رہی اور پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ملایا۔

"کبیر بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے کبیر کی سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"اگر فارغ ہو تو میری طرف آ جاؤ، کچھ بات کرنی ہے۔" ثانیہ نے کہا۔

"میں یہی سوچ رہا تھا کہ تم سے اچھی سے چائے پی جائے، آتا ہوں تھوڑی دیر تک۔" کبیر نے کہا اور ثانیہ نے مسکراتے ہوئے اوکے کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

ثانیہ نے چائے کے کپ کی طرف دیکھا اور برا سا منہ بنایا کیونکہ چائے کی حالت ظاہر کر رہی تھی کہ وہ "ٹھنڈی پڑ چکی ہے"، اس نے کپ اٹھایا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"پھر تم کیا کہتی ہو؟۔" کچھ ہی دیر بعد کبیر پہنچ گیا تھا اور ثانیہ نے اسے خبر اور دونوں واقعات کے بارے میں بتایا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ مماثلت صرف قتل کی حد تک نہیں، ہمارے متعلق بھی ہے، اگرچہ ہم نہیں جانتے کہ ہم کس وجہ سے سوغات گئے

تھے لیکن ایسا واقعہ وہاں ہونا، ساحر کا ان دنوں میں سوغات میں موجود ہونا یہ سب کچھ الجھا ہوا تو ہے لیکن ہے ہمارے متعلق ہی مگر۔۔۔۔" ثانیہ سوچ میں ڈوبے لہجے میں کہتے ہوئے رک گئی۔ "اور ساحر کی بات نہ مان کر شاید۔۔۔۔۔"

"ساحر کی بات نہ ماننے کے پیچھے بھی دلیل ہے میرے پاس۔" کبیر نے منہ بناتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

"بات دلیل کی نہیں، بات ہے ٹیم لیڈر کی۔" ثانیہ نے کہا۔

"تو یہ بات اس وقت سمجھ لیتیں، شائد تمہیں افسوس ہو رہا ہے کہ میری طرف ہو گئیں تم۔" کبیر نے سخت لہجے میں کہا۔

"سنو سنو، لڑائی کرنے کے لئے نہیں بلایا میں نے۔" ثانیہ مسکرائی تو کبیر چپ کر گیا۔

"بات پچھتاوے کی نہیں ہے، اگر وہاں بھی یہی طریقہ استعمال ہوا ہے اور یہاں بھی تو اس کا مطلب ہے کہ چیف یا ساحر کو پہلے ہی سُن گُن مل گئی تھی جس وجہ سے ہم لوگ وہاں بھیجے گئے اور میرے خیال سے ساحر ہار ماننے والا نہیں ہے اس لئے اس نے واپسی کی بات کسی وجہ سے کی ہو گی لیکن ہم تب سمجھ نہیں پائے۔" ثانیہ نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"میں ساحر کو بھی جانتا ہوں اور اس کے مزاج کو بھی۔ جس وقت واپسی کی بات ہو رہی تھی تو اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑی ہوئی تھی، وہ شکست خوردہ ہی نظر آرہا تھا جس وجہ سے میں بات پر اڑ گیا تھا۔" کبیر نے جواب دیا۔

"تم یہ بھی تو کہتے ہو کہ ساحر کو مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں، ہو سکتا ہے کہ کسی خاص مقصد کے لئے یہ سب کیا گیا ہو۔"

"اب وقت گزر گیا، جو ہونا تھا، ہو چکا۔" کبیر نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ساحر کی بات، ہمارا فیصلہ، جو بھی ہوا اس کو بعد میں دیکھ لیں گے، ابھی اس موجودہ مسئلہ پر سوچتے ہیں۔" ثانیہ نے کہا۔

"چیف نے منع تو کیا ہے کہ چپ چاپ کمروں میں گھسے رہو جب تک فیصلہ نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ کوئی اچھی بری حرکت نہیں کرنی۔"

"اگر یہ عقدہ حل کر لیں تو شائد ساحر یا چیف کو منا سکیں ورنہ سزا تو ملے گی۔" ثانیہ نے کہا۔ "تم ساحر کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو، تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ تمہارے لئے کیا فیصلہ کرے گا، اس کا فیصلہ چیف کے فیصلے پر کسی

حد تک اثر انداز ہو گا۔"

"ساحر نرمی نہیں برتے گا، اس کا اپنا ڈسپلن ہے جسے وہ توڑتا نہیں۔" کبیر نے کہا۔

"اوہ۔۔۔" ثانیہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"لیکن ہم لوگ اس کلیو پر کام کرتے ہیں، آپس کے معاملات جیسے بھی ہوں، ملک کی سلامتی اور اپنی قوم کے سکون کے لئے کام کرنے میں کیسی رکاوٹ۔" کبیر نے کہا تو ثانیہ کے چہرے پر چمک ابھری۔

"تم سب لوگ آپس میں لڑتے ہوئے بھی اچھے لگتے ہو گے۔" ثانیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ کبیر کے مان جانے کی وجہ سے وہ خوش نظر آ رہی تھی۔

"تب تک جب تک چنگیزی اس لڑائی میں شامل نہ ہو۔" کبیر نے مسکراتے ہوئے کہا تو ثانیہ کا قہقہہ بلند ہوا۔

"چنگیزی کو ساتھ ملانا تو پڑے گا، ٹیم ممبر کی ضرورت پڑے گی۔" ثانیہ نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں، جبران وغیرہ نظر نہیں آئے اب تک ، شائد ساحر کے ساتھ کہیں مصروف ہوں۔" کبیر نے سوچ میں ڈوبے لہجے میں کہا۔

"وہ تو ویسے بھی فی الحال حزبِ اختلاف میں ہیں۔" ثانیہ نے کہا۔

"ضرورت پڑی تو پولیس کو استعمال کر لیں گے، میرے کچھ جاننے والے ہیں ابھی بھی۔" کبیر نے کہا۔

"کام تو خود ہی کرنا ہو گا، پولیس کی نظروں میں تو تم لوگوں کا وجود نہیں اب۔" ثانیہ مسکرائی۔

"ہاں یہ تو یاد نہیں رہا، ہم تو مر چکے ہیں۔" کبیر بھی مسکرایا۔

"تو۔۔ جب کیس پر کام کرنے کا سوچ ہی لیا ہے تو کہاں سے اور کیسے شروع کریں؟۔" ثانیہ نے سوالیہ نظروں سے کبیر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"لیڈ تم کر رہی ہو، تم ہی بتاؤ۔" کبیر مسکرایا تو ثانیہ بھی مسکرا دی۔

"اگر ایسی بات ہے تو میرے خیال سے ہمیں۔۔۔" وہ سنجیدگی سے لائن آف ایکشن پر بات کرنے لگی اور کبیر پوری توجہ سے اسے سن رہا تھا۔

رات کے تقریباً نو بج رہے تھے، جینی کلب کی رونق عروج پر تھی اورراما بھی اسی رونق کا حصہ بنا ہوا تھا۔ لانگ کوٹ میں، بھاری بھر کم وجود اور لمبا تڑنگا راما، چلتا پھرتا درندہ نظر آتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے گارڈین سے ملنے کے بعد کلب کے ہال میں آ بیٹھا تھا، جب سے وہ لوگ دارالحکومت آئے تھے، وہ باس کے حکم پر مسلسل مصروف رہا تھا۔ اس نے اپنی سرگرمیوں کے لئے نہ صرف جینی کلب کے افراد کو استعمال کیا تھا بلکہ چند ایک ہم وطن بھی بلوا لئے تھے۔ گزشتہ دنوں اس نے مشہور مقامی سائنسدان، یوسف حقانی کو ختم کرنے کا کام کیا تھا، اس کے بعد سے اب تک اسے کوئی نیا کام نہیں دیا گیا تھا لیکن آج باس نے اسے نیا کام سونپ دیا تھا جس وجہ سے وہ کلب میں موجود تھا اور سوچوں میں

گم تھا کہ کس کس آدمی کو ساتھ ملائے کہ اچانک وہ چونک کر سیدھا ہوا۔ اس کی نظریں چار میز چھوڑ کر پانچویں میز پر سوچوں میں گم درمیانے قد کے نوجوان پر رک گئیں۔ نوجوان کے بال ظاہر کرتے تھے کہ اس کا نہانے سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ اسے دیکھ کر راما کی آنکھوں میں چنگاریاں سلگنے لگی تھیں۔ راما نے مخصوص اشارہ کیا تو ایک ویٹر تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"یس سر۔۔" ویٹر نے جھکتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹیبل نمبر آٹھ پر جو بیٹھا ہے اس کے بارے میں معلومات مل سکتی ہیں؟ آج پہلی بار دیکھا ہے یہاں۔"

"یس باس، یہ پہلی بار ہی آیا ہے، عجیب سا ہے، بد دماغ۔" ویٹر نے فوری جواب دیا۔

"اوہ، تم کیسے جانتے ہو؟۔" راما چونک گیا۔

"اس نے تھوڑی دیر پہلے ایک ویٹر سے بدتمیزی کی ہے اس لئے سب کو پتہ ہے۔"

"کیا یہ اکیلا ہی آیا ہے؟۔"

"یس سر، اکیلا ہی آیا ہے۔"

"اوکے، تم جاؤ۔"

"یس سر، شکریہ سر۔" راما کے ہاتھ سے نوٹ چھپٹتے ہوئے ویٹر نے دانت نکالے اور سلام کر کے مڑ گیا۔

ویٹر کے جانے کے بعد رامانے فون نکال کر کسی ماتحت کو کال کر کے ہدایات دیں اور پھر اس نوجوان پر نظریں جما دیں، وہ تقریباً دس منٹ مزید بیٹھنے کے بعد بل دینے کے بعد اُٹھتا نظر آیا تو رامانے طویل سانس لیا اور اٹھ کھڑا ہوا، اسے روازنہ بل ادا کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس کے بارے میں خصوصی احکامات دیئے گئے تھے۔ راما اطمینان سے چلتا ہوئے ہال سے نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار، اس نوجوان کی موٹر سائیکل کا پیچھا کر رہی تھی۔ راما کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے، جلد ہی وہ ایک فلک بوس عمارت کے سامنے کھڑے تھے، اس نوجوان نے موٹر سائیکل عمارت کے سامنے بنے چھوٹے سے پارکنگ ایریا میں روکی اور پھر خود مرکزی دروازے کی طرف چل دیا۔ اس کے عمارت میں چلے جانے کے بعد راما نے کار ایک طرف، سڑک پر ہی روکی اور اسے لاک کرتا ہوا عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے آس پاس دیکھا اور پھر سر پر مخصوص

انداز میں ہاتھ پھیرتے ہوئے دروازے سے عمارت میں گھس گیا۔

داخلی دروازے کی بغل میں ہی چھوٹا سا ریسپشن بنا ہوا تھا جہاں ایک ادھیڑ عمر شخص آنکھوں پر عینک ٹکائے رجسٹر پر جھکا ہوا تھا۔

"ہیلو۔" راما نے نرم لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔۔" وہ شخص چونک کر سیدھا ہوا۔

"جو صاحب ابھی ابھی اندر آئے تھے، کیا ان کے بارے میں بتا سکتے ہیں؟۔ دراصل ان کا پرس پارکنگ میں گر گیا تھا، میں آوازیں دیتا رہا لیکن انھوں نے سنا ہی نہیں۔" راما نے جیب سے اپنا پرس نکال کر اس شخص کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

"آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں رجسٹر پر متوجہ تھا، میں نے دیکھ سکا کہ کون اندر آیا۔" اس شخص نے راما کو مشکوک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی، پرس کی حالت سے ظاہر ہے کہ اس میں کافی رقم موجود ہے، ہو سکتا ہے ضروری کاغذات بھی ہوں۔ خیر ، جب وہ صاحب تلاش کریں تو بتا دیجئے گا کہ جسے ملا تھا، اسے آپ نے واپس بھیج دیا۔" راما نے منہ بناتے ہوئے کہا اور تیزی سے مڑ گیا۔

"رر۔ ذرا رکئے۔" اس نے تیزی سے کہا تو راما رکا اور مڑ کر اس کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"پرس مجھے دے دیجئے، میں انہیں پہنچادوں گا۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کسے ؟ جسے تم نے دیکھا ہی نہیں ؟۔" راما نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"سر، ہماری مجبوری سمجھنے کی کوشش کریں، ہم کرایہ داروں کی تفصیل نہیں بتاسکتے۔" اس شخص نے لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔

"سوری، پرس مجھے ملا ہے، یہ میرے لئے امانت کا درجہ رکھتا ہے۔ صرف اور صرف اس کے مالک کو ہی دوں گا۔ اگر کمرہ نمبر بتادیں گے تو آپ کا نام بھی سامنے نہیں آئے گا۔ میں کہہ دوں گا کہ "اُسی" کا پیچھا کرتے ہوئے پہنچا ہوں۔" راما نے مڑتے ہوئے کہا تو وہ شخص سوچ میں ڈوب گیا، اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار گہرے ہوتے چلے گئے۔

"اچھا ٹھیک ہے، میرا نام مت لیجئے گا، کمرہ نمبر تیرہ۔ دوسری منزل۔" اس شخص نے کچھ دیر بعد کہا۔

"جیسی منحوس شکل ویسے ہی منحوس کمرہ نمبر۔" راما بڑبڑاتا ہوا لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"شکریہ جناب۔" اس نے لفٹ کے پاس جا کر مڑ کر کاؤنٹر مین کو شکریہ کہا اور پھر لفٹ میں سوار ہو گیا۔

جلد ہی وہ دوسری منزل پر تھا، کمرہ نمبر تیرہ لفٹ کے قریب ہی تھا۔ راہداری سنسان تھی، وہ تیزی سے مطلوبہ کمرے کے سامنے پہنچا اور پھر جھک کر کی ہول میں سے اندر دیکھنے لگا۔ جیسے ہی اس نے کی ہول سے آنکھ لگائی، وہ چیخ کر پیچھا ہٹا اور عقبی دیوار سے ایک دھماکے سے جا ٹکرایا۔ اس کا ایک ہاتھ آنکھ پر تھا، دوسرا دیوار پر۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور وہ نوجوان جس کا پیچھا کرتے ہوئے راما وہاں پہنچا تھا، ہاتھ میں پچکاری پکڑے دانت نکال رہا تھا۔

راما نے جیسے ہی اسے دیکھا، اس کا چہرہ جو تکلیف سے مسخ ہو رہا تھا، مزید بگڑ گیا اور وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے، سانڈ کی طرح دوڑتا ہوا اس نوجوان کی طرف بڑھا۔ نوجوان یہ دیکھ کر تیزی سے ایک طرف ہٹا اور دوڑتے ہوئے راما کی کمر پر لات جڑ دی، راما اچھل کر بیڈ پر گرا، کڑاکے کے ساتھ بیڈ ٹوٹنے کی آواز سنائی دی اور دھماکے کی آواز کے ساتھ اس کے عقب میں دروازہ بند ہو گیا۔

"تمہارا کیا خیال تھا کہ تم نے مجھے دیکھ لیا لیکن تمہارے جیسا پہاڑ میں

نہیں دیکھ سکوں گا؟۔ "نوجوان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم نے بہت بڑی غلطی کر دی بچے۔" راما نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔ اسکے منہ سے سسکاریاں نکل رہی تھیں اور ایک ہاتھ سے آنکھ دبا رہا تھا۔

"مرچوں کا اثر اتنی جلدی ختم نہیں ہوتا انکل۔" نوجوان نے قہقہہ لگایا اور پھر پانی والا جگ اٹھا کر راما کی طرف بڑھا۔ "آنکھ دھو لو، پھر لڑائی کرتے ہیں، مجھے حساب برابر کرنا ہے۔" نوجوان نے اطمینان بھرے انداز میں جگ اس کی طرف بڑھا جسے راما نے جلدی سے جھپٹ لیا اور پھر آنکھ صاف کرنے لگا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم کی ہول سے گندی نظر ڈالنا چاہوں گے اس لئے میں نے مرچوں کا شربت ایک ڈراپر میں ڈال رکھا تھا۔" نوجوان نے مسکرا کر کہا۔

"اس کا خمیازہ بھگتنے کے لئے تیار ہو جا بونے۔" راما نے کہا اور جگ ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ کارپٹ کی وجہ سے آواز تو پیدا نہ ہوئی لیکن کارپٹ ضرور گیلا ہوتا چلا گیا۔

"چلو شاباش۔"

نوجوان کی آنکھوں میں چنگاریاں سی جنم لینے لگی تھیں اور اس کے ہاتھ کوٹ میں رینگ گئے، جب ہاتھ باہر نکلے تو ان میں چھوٹے چھوٹے خنجر دبے تھے جنہیں دیکھ کر راما کا ہاتھ بھی کوٹ میں رینگ گیا۔

"آج تمہیں بتاؤں گا کہ چنگیزی کس بلا کا نام ہے۔" نوجوان نے غراتے ہوئے قدم بڑھایا۔

سرخ رنگ کی کار جینی کلب کی پارکنگ سے نکل کر مرکزی سڑک پر رواں گاڑیوں کے ہجوم کا حصہ بنتی چلی گئی۔ آہستہ آہستہ کار نے رفتار پکڑنا شروع کی، اس کار کے ہجوم میں داخل ہوتے ہی اس کے پیچھے ایک سفید ہنڈا بھی چل دی تھی جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر کبیر جبکہ سائیڈ سیٹ میں چنگیزی دھنسا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی نظریں اس سرخ کار پر جمی ہوئی تھیں جو لمحہ بہ لمحہ ان سے دور ہوتی چلی جا رہی تھی۔

"تم کیا چھکڑا چلا رہے ہو؟ وہ نکل جائے گا۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا تو کبیر مسکرا دیا۔

"زیادہ شوق ہے تو دانت نکال کر تمہارے ہاتھ پر رکھ دوں۔" اسے مسکراتے دیکھ کر چنگیزی چڑ گیا۔

"دھیرج مہاراج، ہم جانتے ہیں کہ وہ کہاں اور کس رستے سے جائے گا۔" کبیر کی مسکراہٹ قائم رہی۔

"اگر منزل کا پتہ ہے تو گدھوں کی طرح پیچھا کرنے کی کیا ضرورت ہے پھر؟۔" چنگیزی غرایا۔

"اتفاقاً ہم ایک ہی وقت پر ٹکرا گئے ورنہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا، میں تو اس کی منزل پر پہنچنے کے لئے نکلا تھا۔" کبیر نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"تو یہ وہ ڈرائیور ہے جس نے ڈاکٹر یوسف پر حملہ کرنے والوں کی مدد کی اور جس کی کار ویڈیو میں ٹریس ہوئی ہے؟۔ مگر وہ کار تو اور تھی، لنک کیسے تلاش کیا؟۔" چنگیزی نے کہا۔

"ہاں وہی ہے، اب اور کار ہے اس کے زیرِ استعمال۔ ثانیہ نے پتہ لگایا ہے۔" کبیر نے جواب دیا۔

"پھر یا تو گاڑی کی رفتار بڑھاؤ یا مجھے اتار دو۔" چنگیزی نے بگڑتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر صبر کر لو۔"

"یا تو گاڑی کی رفتار بڑھاؤ یا مجھے اتار دو۔" چنگیزی نے بات دہرائی۔

"کیا مصیبت ہے۔" کبیر بڑبڑایا اور ایکسلیٹر پر پاؤں دبا دیا۔

اس کی بڑبڑاہٹ سن کر چنگیزی کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ ابھری۔ "جن کی منزل آسمانوں پر ہوتی ہے وہ گدھوں پر سواری نہیں کرتے۔" اس نے دبی دبی آواز میں کہا۔

"ایسی گولی ضرور بنی ہو گی جس پر سواری کرتے ہوئے تمہارا سفر جلد ختم ہو گا۔" کبیر نے غرا کر کہا اور چنگیزی نے سہم جانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"ڈراتے کیوں ہو بھائی۔"

"دماغ خراب تھا جو تمہیں ساتھ لے آیا۔" کبیر نے طویل سانس نکالتے ہوئے کہا۔

"ذرا پاؤں کو دبا دو۔" چنگیزی نے سکرین سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"اتنی رفتار کافی ہے۔" کبیر نے جواب دیا۔

"پھر میں کود رہا ہوں۔" اچانک ہی چنگیزی نے کار کا دروازہ کھول کر ایک پاؤں اٹھا کر کار سے باہر لپکا، چلتی کار سے اس کا آدھا جسم باہر لٹک رہا تھا۔ پاس سے گزرتی ہوئی گاڑیاں ایک بار ڈول گئی تھی۔ کار اس وقت اَسی سے زیادہ کی رفتار پر تھی اور اس کا دروازہ کھلا ہوا جس میں سے

چنگیزی لٹکا ہوا نظر آرہا تھا، خود کبیر بوکھلا گیا تھا۔ ان کی کار کے قریب دوڑنے والی گاڑیوں کی رفتار اچانک ہی کم ہوئی اور تمام گاڑیاں ان سے دور ہوتی چلی گئی۔

"یہ کیا بیو قوفی ہے؟۔" کبیر دھاڑا۔

"رفتار پیارے رفتار، میں اس آدمی کو منزل سے پہلے ہی بے منزل کرنا چاہتا ہوں۔" چنگیزی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"دروازہ بند کرو، حادثہ ہو سکتا ہے۔" کبیر نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

" حادثہ تو میری پیدائش تھی، رفتار بڑھاؤ ورنہ میں کود رہا ہوں۔" چنگیزی نے یکلخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا اور کبیر نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا اور پھر ہارے ہوئے جواری کی طرح اثبات میں سر ہلا کر ایکسلیٹر دبا دیا۔

"گڈ، رفتار بڑھاؤ، اسے کسی سنسان جگہ پر روک لو، اگر ایسا نہ کیا تو اس کی منزل پر تمہارا سامنا مجھ سے ہو گا۔" اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے کبیر کو دھمکایا۔

"چیف جب سزا دے گا تو میں درخواست کروں گا کہ تمہیں پہلے گولی

ماری جائے۔ "کبیر نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو، پہلے تمہیں ہی ماری جائے گی، تم باغی لیڈر ہو۔ "چنگیزی نے اطمینان بھرا سانس لیا۔

کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی اس سرخ کار کے قریب پہنچ چکی تھی، کبیر کا دماغ قابو سے باہر تھا اور چنگیزی تو "قابو" لفظ سے آشنا ہی نہیں تھا۔

"اس کی منزل کیا ہے؟۔ "چنگیزی نے ٹانگ پر ٹانگ چڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"جہنم۔ "کبیر نے جل کر کہا۔

"اوکے، مجھے دروازے پر ہی چھوڑ دینا۔ "چنگیزی نے لاپرواہی سے کہا تو کبیر نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ایسے مت دیکھو، میں اتنا بھی بے عقل نہیں کہ تمہاری جگہ پر قبضہ کر لوں۔ "چنگیزی نے بزرگانہ انداز میں کہا۔

"بھاڑ میں جاؤ۔ "کبیر غرایا۔

چنگیزی نے واقعی لمحوں میں اس کے دماغ کی چولیں ہلا ڈالی تھیں اور وہ خود کو کوس رہا تھا کہ چنگیزی کی بجائے ثانیہ کو کیوں نہ لے آیا یا پھر

اکیلا ہی آجاتا۔

"کہاں کھو گئے؟۔ اسے کراس کر کے روکو۔" چنگیزی نے سکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جیسے استاد بلیک بورڈ کی طرف اشارہ کر کے سبق سمجھا رہا تھا۔

"جی میرے آقا۔" کبیر نے اس بار مسکرا کر کہا اور چنگیزی کی آنکھیں سرچ لائٹ کی طرح گھوم کر رہ گئیں۔

"تو مسٹر cool mind ہوش میں آگئے۔" چنگیزی مسکرایا

"ہو سکتا ہے۔" کبیر نے کہا اور سرخ کار کو کراس کرتے ہوئے اس نے گاڑی کی رفتار کم کرنا شروع کر دی۔

"دماغ ٹھنڈا ہی رکھا کرو، بہت فائدہ ہوتا ہے، مجھے ہی دیکھ لو، آج تک دماغ گرم نہیں ہوا۔" چنگیزی نے کہا۔

"ہونہہ۔" کبیر نے بیک مرر میں دیکھتے ہوئے ہنکارہ بھرا، گاڑی کی رفتار بہت کم ہو چکی تھی اور پچھلی گاڑی سے فاصلہ بھی کم ہوتا چلا جا رہا تھا۔

"کوئی شک ہے تمہیں؟۔" چنگیزی غرایا۔

"نہیں، بھئی دماغ ہو تو گرم ہو۔" کبیر مسکرایا۔

"تمہارا سر کھول دوں تو یہ فلیٹ بھی خالی ہی ملے گا۔" چنگیزی نے منہ

بناتے ہوئے کہا اور اسی وقت ماحول کار کی بریک لگی اور چیخ سنائی دی، چنگیزی کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرایا اور کبیر نے مسکراتے ہوئے کن اکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"اب مزہ آئے گا تفتیش کرنے میں۔" اس نے مسکرا کر کبیر کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں ابھرنے والی درندگی نے کبیر کو چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

کبیر کی کار ترچھی ہو کر سڑک پر رکی تھی جس وجہ سے سرخ کار کو بھی رکنا پڑا تھا۔ ڈرائیور جو کہ لمبا تڑنگا، حبشی نما انسان تھا، اس نے کھڑکی سے سر نکالا۔

"باپ کا گیراج سمجھا ہوا ہے؟۔" وہ گاڑی سے نکلتے ہوئے چنگیزی کو دیکھ کر دھاڑا۔

"ہاں، گدھے کہیں کے۔" چنگیزی نے چیخ کر کہا۔

"اوہ، تمہاری موت میرے ہاتھوں ہی لکھی ہے پدی۔" سرخ کار والا بھڑک گیا، وہ تیزی سے باہر نکلا۔

"اور تو پدی کا شوربہ۔" چنگیزی نے قہقہہ لگایا۔

"تت۔۔ تمہاری اتنی جرات کہ انتھونی سے اس طرح بات کرو۔" وہ

غراتے ہوئے چنگیزی کی طرف بڑھنے لگا۔

"تم نے میری جرات ابھی دیکھی ہی کہاں ہے، میرے ڈرائیور سے پوچھو ذرا۔" چنگیزی نے طنزیہ لہجے میں کہا، کبیر بھی گاڑی سے نکل چکا تھا۔

"دفع ہو جاؤ ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔" انتھونی نے ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ تب تک انتھونی کی کار کے پیچھے دو کاریں آر کی تھیں اور وہ ہارن بجا کر برداشت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

"بھاگ جاؤ، کہیں مجھ سے پٹ نہ جاؤ، لوگ کیا کہیں گے؟۔" چنگیزی نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"مم۔۔میں۔" کہتے ہوئے انتھونی کا ہاتھ گھوما اور چنگیزی اڑتا ہوا اپنی کار کی ڈگی سے ٹکرایا، گرتے ہی اس نے کروٹ بدلی اور جمپ لے کر کھڑا ہو گیا، اس کی آنکھوں میں خوفناک چمک ابھر آئی تھی۔

"بہت تیز ہو مرغے۔" اس نے ہانک لگائی اور ساتھ ہی شائیں کی آواز کے ساتھ انتھونی کی چیخ سے ماحول جاگ اٹھا، انتھونی اچھل کر پشت کے بل گرا تھا۔ ہارن بجانے والوں کے ہاتھ اچانک رک گئے تھے جیسے ہاتھ رستہ بھول گئے ہوں، کاروں کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔

"لوگ دیکھ رہے ہیں۔" کبیر نے اونچی آواز میں کہا۔

"ٹکٹ کے پیسے پکڑو جا کر۔" چنگیزی نے لاپرواہی سے جواب دیا اور تیزی سے انتھونی کی طرف بڑھ گیا، ابھی وہ چند قدم دور ہی تھا کہ انتھونی اڑتا ہوا اس پر گرا اور چنگیزی کو لیتے ہوئے سڑک پر گرا۔ چنگیزی پشت کے بل گرا تھا، اس پر بھاری بھر کم انتھونی اور سر بھی سڑک سے ٹکرایا تھا، اسے حلق میں خون کا ذائقہ محسوس ہوا۔

"واہ، کیا بات ہے۔" وہ بڑبڑایا اور پھر انتھونی کی دلخراش چیخ سے کبیر بھی لرز گیا، انتھونی تیزی سے چنگیزی سے الگ ہوا تھا، اسکا ہاتھ چہرے پر تھا، ایک ننھا سا لکڑی کا دستہ اس کی بائیں آنکھ سے جھانک رہا تھا، چنگیزی نے ایک چھوٹا خنجر اس کی آنکھ میں دے مارا تھا۔ اس کے ہٹتے ہی چنگیزی نے کروٹ بدلی اور اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ اس نے آنکھ میں گھسے خنجر کا دستہ پکڑا اور خنجر کو دبایا تو انتھونی کا جسم پھڑکنے لگا اور وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔

"تم نے یوسف حقانی پر حملہ کیا تھا، کس کے کہنے پر ایسا کیا؟۔" چنگیزی غرایا۔

"پپ۔۔پ۔۔پلیز۔۔خن۔۔آنک۔۔" چیخوں کے درمیان انتھونی

کے منہ سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ نکلنے لگا۔

"اوہ، سوری۔" چنگیزی نے کہا اور دستے کو چھوڑ دیا۔ "کس کے کہنے پر حملہ کیا تھا؟۔"

"مم۔۔ مما۔۔ ما۔۔"

"اماں کے کہنے پر؟۔" چنگیزی نے حیرت سے کہا۔

"ماسٹر، ماسٹر کے کہنے پر۔"

"نام بتاؤ۔"

"مم۔۔ ماس۔ ماسٹر راما۔۔ پپ۔۔ پلیز، یہ خنجر۔۔"

"یہ راما کہاں ملے گا؟۔" چنگیزی کی آنکھوں میں چمک عود آئی۔

"جلدی نکلو، پولیس آجائے گی، اگر کسی نے ویڈیو بنالی تو گڑبڑ ہو جائے گی۔" کبیر نے تیز لہجے میں کہا۔

"ویڈیو کی خیر ہے۔" چنگیزی نے جیسے کان سے مکھی اڑائی اور کبیر ہونٹ بھینچے اسے گھورنے لگا۔

"راما کہاں ملے گا؟۔" اس نے دستے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے انتھونی سے پوچھا۔

"مم۔ میں اس کا مستقل ٹھکانہ نہیں جانتا، وہ جینی کے کلب میں ہی ملتا

ہے۔" انتھونی نے جواب دیا۔

"اس تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟۔" کبیر نے پہلی بار مداخلت کرتے ہوئے پوچھا۔

"جج۔۔مادام جی۔۔ جینی بھی اس کے بارے میں جانتی ہیں اور ماسٹر ہر شام کو وہاں آتا ہے۔" انتھونی نے جواب دیا اور چنگیزی کا ہاتھ پلک جھپکنے میں دستہ پر پڑا، دستہ اس کے آنکھ سے الگ ہوا اور اس سے پہلے کہ انتھونی چیختا، وہی خنجر اس کی شہ رگ کاٹنے میں کامیاب ہو چکا تھا، اس کا جسم پھڑکا اور چنگیزی اچھل کر اس سے الگ ہو گیا۔

"نکلو یہاں سے، میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو؟۔" چنگیزی نے ڈانٹتے ہوئے کبیر سے کہا اور کبیر منہ میں ہی بڑبڑاتا ہوا کار کی طرف بھاگا۔

چنگیزی نے دن دھاڑے، اتنے لوگوں کے سامنے قصاب خانہ کھول دیا تھا، غنیمت تھی کہ لوگ پہلے ہی پیچھے ہو چکے تھے، اس کے باوجود کبیر الجھن میں تھا کہ اس کاروائی کا نتیجہ ان کے خلاف بھی نکل سکتا ہے۔

ادھر چنگیزی کے دماغ پر بس راما سوار تھا، وہ جلد سے جلد راما تک پہنچنے کی کوشش میں تھا۔ کھلے عام ایک شخص کی شہ رگ کاٹنے کے باوجود وہ لاپرواہی سے سیٹ پر گرا تھا اور کار آگے بڑھتے ہی اس کے قہقہے بلند

ہونے لگے تھے۔

"یار کوئی ملی نغمہ تو لگاؤ۔" اس نے کبیر کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ۔۔" کبیر حلق کے بل چیخا تو چنگیزی کے قہقہوں کی رفتار مزید بڑھ گئی۔

"حاسد کہیں کا۔" اس نے قہقہوں کے درمیان کہا اور کبیر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

پاکسٹیٹ کے وزیرِ دفاع حسن امیر اس وقت اپنے سٹڈی روم میں موجود تھے، ان کے سامنے فائلوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ حسن امیر درمیانے قد کے صحتمند شخص تھے۔ بالوں میں سفیدی غالب آرہی تھی۔ مزاج کے ٹھنڈے ضرور تھے لیکن جب تک بات دل کو نہ لگتی تھی تب تک ان کے لئے کانٹے کی حیثیت رکھتی تھی جس وجہ سے بعض اوقات وہ الٹا سیدھا بول یا کر جاتے تھے لیکن انہیں جاننے والے ان کی حب الوطنی اور ملک کے لئے سر توڑ محنت کی قدر کرتے ہوئے ان یہ خامی نظر انداز کر جاتے تھے۔ ان کی اس ایک خامی کو، جو کبھی کبھار مشکل حالات بھی پیدا کر دیتی تھی، پسِ پشت ڈال کر انہیں اس اہم عہدے پر بٹھایا گیا تھا کیونکہ وہ اس کے اہل بھی تھے۔ وہ راتوں کو جاگ کر بھی دفاعی

پراجیکٹس میں سر کھپاتے رہتے تھے، اس وقت بھی یہی حالت تھی کہ وہ کھٹکا سن کر چونک گئے۔

انہوں نے سر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا جو کہ بدستور بند تھا۔ وہ چند لمحے دروازے کو گھورتے رہے جیسے دروازے کے اس پار بھی دیکھ رہے ہوں اور پھر سر جھٹک کر وہم کو چار سناتے ہوئے دوبارہ فائل میں ڈوبنے کے لئے پر تولنے لگے۔ فائل پر نظریں جمائے ابھی ایک منٹ بھی نہیں گزرا ہوگا کہ پھر سے کھٹکا ہوا اور اس بار آواز کافی اونچی تھی۔

"کون ہے بھئی؟۔" انہوں نے اونچی آواز مگر ناگوار لہجے میں پوچھا لیکن جواب ندارد۔ انہوں نے دوبارہ آواز دی اور جواب نہ پا کر انہوں نے طویل سانس خارج کیا اور کرسی کے بازوؤں کا سہارا لیتے ہوئے کھڑے ہوئے۔

"ہزار بار منع کیا ہے کہ ڈسٹربنس نہیں ہونی چاہیے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے۔ سٹڈی روم، ان کے بیڈ روم سے ملحقہ ہی تھا، دروازہ کھول کر انہوں نے قدم اٹھایا ہی تھا کہ ایک پسٹل کی نال بے تابی سے ان کے سینے سے آ لگی جیسے برسوں کی بچھڑی ہوئی ہو۔

"واپس اندر چلو ورنہ گولی اندر چلی جائے گی۔" کسی نے ریوالور پر دباؤ ڈالتے ہوئے سرگوشی کی۔

"تت۔۔ تم اندر کیسے ؟۔"

"منہ بند اور اندر چلو۔" کسی نے اس بار انہوں دھکا دیتے ہوئے کہا اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے کو دوڑتے چلے گئے۔ یہ تو خیر ہوئی کہ وہ سنبھل گئے ورنہ گر ہی گئے ہوتے۔ سنبھلتے ہی انہوں نے سامنے دیکھا۔ سٹڈی روم کا دروازہ بند ہو چکا تھا اور ایک سیاہ پوش ان کی طرف بڑھتا چلا آرہا تھا۔

"کرسی پر وزیر صاحب۔" اس نے زہریلے لہجے میں پسٹل سے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا چاہتے ہو؟۔" حسن امیر تھوک نگل کر رہ گئے۔

"فی الحال تو یہی چاہتا ہوں کہ تم بیٹھ جاؤ۔" اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا تو حسن امیر یوں تیزی سے کرسی پر گرے جیسے موت کا فرشتہ دیکھ لیا ہو۔

نقاب پوش انہیں نظر انداز کر کے سٹڈی روم کو دیکھنے لگا جیسے آیا ہی کمرہ دیکھنے ہو۔ سٹڈی روم کا جائزہ لینے کے بعد وہ حسن امیر کی طرف پلٹا اور فائلوں پر نظر پڑی تو چونک کر ان کی طرف بڑھا۔

"خبر دار، فائلوں کو چھونے سے پہلے تمہیں مجھ سے نپٹنا ہو گا۔" اچانک حسن امیر کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"موت آئی ہے کیا؟۔ بیٹھ جائیں حسن صاحب۔" اس نے پسٹل تانتے ہوئے کہا۔

"فائلوں کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گا۔" بجائے کرسی پر بیٹھنے کے وہ تیزی سے اس شخص اور میز کے درمیان آ رکے۔ نقاب پوش بھی ٹھٹک گیا۔

"ابھی تو پسٹل دیکھ کر میمنے کی طرح ہکلانے لگے تھے، یہ یکلخت سوپر مین کیسے بن گئے ؟۔" نقاب پوش نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"تم یہاں تک کیسے پہنچے ؟۔" حسن امیر نے سنجیدگی سے پوچھا، وہ اب کافی حد تک سنبھلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

"بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" نقاب پوش نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"سوری، میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا، جو کہنا ہے کہہ ڈالو۔" انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"حیرت ہے، ایک طرف تو تمہارے بھائی بند چار پیسوں کی خاطر ملک بیچ رہے ہیں دوسری طرف تمہارے جیسے لوگ ہیں جو چند ایک کاغذات کی خاطر موت کے سامنے ڈٹ جاتے ہو۔" نقاب پوش نے

پسٹل والا ہاتھ نیچے کرتے ہوئے کہا۔

"میرا کسی سے کیا سروکار، تم اپنی بات کرو۔" انھوں نے لاپرواہی سے کہا۔

"سنا ہے پراجیکٹ عقاب کی فائل چوری ہوگئی ہے تمہارے دفتر سے۔" نقاب پوش نے کہا تو حسن امیر کو جھٹکا لگا۔ ان کا منہ حیرت کے مارے کھل گیا۔

"تت۔ تمہیں کیسے پتہ؟۔"

"مجھے نہیں تو کسے پتہ ہوگا بھلا، ارے میں نے ہی تو چرائی ہے۔" نقاب پوش نے دبا دبا قہقہہ لگایا تو حسن امیر کا جیسے کسی نے pause کا بٹن ہی دبا دیا ہو۔ وہ انسان کی بجائے پتلا محسوس ہونے لگے تھے جو معمولی سی حرکت کرنے سے بھی معذور ہو۔ ان کی حیرت بجا تھی، چور ان کے سامنے خود چوری کا اعتراف کر رہا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ اس وقت کوئی بھی ان کے کمرے کے آس پاس نہ ہوگا کہ مکالمہ بازی سن کر اس طرف کو آئے، کوئی گواہ بن سکے۔ الٹا انہیں شک تھا کہ شاید نووارد ان کے ملازموں پر ہاتھ صاف کر آیا ہو گا، لیکن اتنے محافظ، لان میں گھومنے والے کتے اور بنگلے کے اندر کے ملازمین۔۔ سب کو کیسے؟۔۔

فائل کا چور ان کے سامنے کھڑا تھا جس کے لئے انٹیلی جنس ہر کنویں میں بانس ڈالنے کے بعد نئے بانس منگوانے کے فراق میں تھی۔

"تت۔۔ تم۔۔۔ تم۔ پراجیکٹ عقاب۔۔"

"دیکھا، تم پھر ہکلانے لگے اور اگر میں فائلوں کی طرف بڑھا تو پھر شیر ہو جاؤ گے۔" اس نے ایک قدم بڑھاتے ہوئے کہا تو حسن امیر جیسے ہوش کے دائرے میں داخل ہوئے، ان کا جسم دوبارہ تن گیا۔

"یہی تو میں کہہ رہا تھا۔" اس نے دبا دبا قہقہہ لگایا۔ "اب سنجیدگی سے میری بات سنو۔ ایک فائل کی چوری سے تم میری مہارت اور رسائی کے گواہ ہو۔ اسی طرح میں تمہارے بہت سے اداروں کے رازوں میں شریک ہونے کے قابل بن چکا ہو۔ میری ایک آواز پر تمہارے گھناؤنے راز شہریوں کے سامنے ہوں گے، تمہارے اداروں کے سیاسی راز، سیاسی فیصلے، وہ فیصلے جن سے عوام مشتعل ہو سکتی ہے، جن سے مار دھاڑ ہو سکتی ہے، میری ایک آواز سے سامنے آسکتے ہیں۔ تم اور تمہارے ادارے کبھی جان بھی نہیں سکیں گے کہ کس نے، کیسے اور کیوں یہ سب کر دیا؟۔ میں تمہارا دفاع تمہاری ہی مدد سے برباد کر سکتا ہوں۔ میں تمہارے اداروں کی مدد سے تمہارے سربراہوں کو مروا

سکتا ہوں۔ یہ جو فائلیں تم مجھ سے بچا رہے ہو، میں چاہوں تو تم خود مجھے ہدیہ کرو۔"

"بکواس بند کرو اپنی۔" حسن امیر کی برداشت شاید جواب دے گئی تھی۔

"میں وہ ہوں جس کا انسانیت کو برسوں سے انتظار تھا، میں تم سب کی رگوں میں دوڑنے والا ہوں، جسے چاہوں موت سے ہمکنار کروں گا، جس سے جو چاہا چھین لوں گا۔"

نقاب پوش جیسے کہیں دور سے بول رہا تھا۔ اس کی آواز پر سکون تھی لیکن اس کی باتیں سن سن کر حسن امیر کے جسم میں چیونٹیاں رینگنے لگی تھیں، ان پر عجیب سی گھبراہٹ طاری ہو رہی تھی، انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی پاگل کے ساتھ پنجرے میں بند ہو گئے ہوں۔

"میں وہ چابی ہوں جو سارے تالوں میں سے یوں گزر جائے گی جیسے سوراخ میں سے ہوا۔ تم لوگ اسی زعم میں رہو گے کہ سب مقفل ہے اور میں سوراخوں میں سے تمہارے راز، تمہارا دفاع، تمہارا سکون اور تمہارا ملک لے اڑوں گا۔"

"دفع ہو جاؤ پاگل انسان۔"

حسن امیر حلق کے بل چیخے۔ ان کے چیخنے میں ان کی گھبراہٹ کے علاوہ ایک موہوم سے امید تھی کہ کوئی ملازم ان کی آواز سن کر وہاں پہنچ جائے اور اس پاگل سے چھٹکارہ پا سکیں۔ ادھر وہ پاگل اچانک چپ ہو گیا تھا۔

"میں بھی کس جاہل سے بات کر رہا ہوں۔" وہ سر جھٹک کر بڑبڑایا۔ "سنو، مجھے تمھاری ایٹمی تنصیبات پر مبنی فائل چاہیے ورنہ ۔۔ ورنہ ایک ایک کر کے ہر شخص مرے گا، ایک ایک کر کے۔" وہ چبا چبا کر لفظ اگلنے لگا۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟۔" حسن امیر بدستور غصے میں تھے۔

"میرا دماغ ہی تو ٹھیک ہے۔ ہاہاہاہا۔ باقی سب کے خراب ہیں اور جن کو لگتا ہے کہ ان کے دماغ ٹھیک ہیں اصل میں انہی کے خراب ہوتے ہیں۔" وہ ہذیانی انداز میں کھل کر قہقہے لگانے لگا اور حسن امیر کو یقین ہو گیا کہ وہ کوئی دیوانہ ہی ہے۔

"تمہیں لگ رہا ہو گا کہ میں پاگل ہوں، ٹھیک سمجھے۔ اگر میری بات نہ مانی گئی تو میرا پاگل پن تم دیکھ ہی لو گے۔" دھاڑتے ہوئے وہ حسن امیر سے ٹکرایا اور انہیں لیتا ہوا میز سمیت دوسری طرف جا گرا، حسن امیر

کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی، نقاب پوش نے پسٹل کی نال ان کے منہ میں گھسیڑ دی۔

"میری پیشکش پر غور کرو، فائل مجھے دو، جان بچاؤ اور ملک چلاؤ تم سب لوگ، ورنہ زلیل ہو کر مرو گے۔ تمہارے اپنے ہی تمہیں مار ڈالیں گے۔" اس نے حسن امیر کے چہرے پر جھکتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے ان سے الگ ہوا۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر دبانے لگے، ان کا چہرہ تکلیف کے مارے سرخ ہو رہا تھا۔

"چلو میرے ساتھ، ایک نمونہ دکھاؤں تمہیں۔" اس نے پسٹل سے حسن امیر کو اشارہ کیا تو وہ چونک گئے، وہ خود انہیں باہر لے جارہا تھا، ان کے پاس موقع تھا کہ ملازمین کے ہاتھوں اس پکڑا سکیں، یہ سوچتے ہی انہوں نے قدم بڑھایا۔ آگے پیچھے چلتے ہوئے وہ سٹڈی سے نکل کر بیڈروم اور وہاں سے راہداری میں نکلنے۔ راہداری بالکل خالی تھی۔ وہ چلتے ہوئے ہال میں پہنچے، وہاں پہنچتے ہی حسن امیر کے قدم جیسے فرش سے لپٹ کر رہ گئے۔ ان کی آنکھیں حیرت کے مارے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انہوں نے ہال کی طرف اور پھر نقاب پوش کی طرف دیکھا۔

"میرا نام یاد رکھنا، گارڈین۔ میں تم سب کو گود لے کر تمہارا ابھی

گارڈین بنو گا، ہاہاہا۔" وہ ان کی حالت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے قہقہے لگانے لگا، حسن امیر کی زبان جیسے تالو سے چمٹ چکی تھی۔

"ابھی باہر اور بھی نظارے ہیں۔" نقاب پوش نے طنزیہ لہجے میں کہا لیکن حسن امیر کا دماغ تو سائیں سائیں کر رہا تھا۔ انہوں نے دوبارہ ہال میں نظر دوڑائی۔ ان کے ملازمین ٹی وی لگائے، صوفوں پر لیٹے انگریزی فلم دیکھ رہے تھے۔ حسن امیر اور نقاب پوش کے آنے پر انہوں نے سر موڑ کر دونوں کو دیکھا اور پھر ٹی وی کی سکرین پر متوجہ ہو گئے جیسے ان کی اوقات مچھر برابر بھی نہ ہو۔

"اا۔۔اسلم۔۔تت۔تم لوگ کیا۔۔" ان کے منہ سے بمشکل ہی الفاظ نکلے تھے۔ اسلم نامی ملازم نے مڑ کر ناگواری سے ان کی طرف دیکھا اور پھر باہر کی طرف اشارہ کیا، جیسے کہہ رہا ہوں کہ منہ بند کر کے باہر نکل جاؤ۔

"مالک تمہیں باہر نکلنے کا کہہ رہے ہیں۔" نقاب پوش نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا تو حسن امیر میکانکی انداز میں خارجی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ دروازے سے نکل کر وہ لان میں پہنچے تو نقاب پوش نے سیٹی بجائی۔ اسی وقت دور سے دو شخص دوڑتے ہوئے

ان کی طرف بڑھتے ہوئے آئے۔ پاس آتے ہی انہوں ایڑیاں بجائیں اور نقاب پوش کی طرف متوجہ ہوئے۔

"یس سر۔" انہوں نے نقاب پوش سے پوچھا اور حسن امیر کا دماغ چکرا گیا، وہ لہرائے اور دھڑام سے زمین پر گرے۔

"ہاہاہاہاہاہاہا۔۔ ابھی تو بہت کچھ باقی تھا۔" نقاب پوش نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا جبکہ حسن امیر کا سکیورٹی سٹاف چپ چاپ کھڑا تھا۔

"اسے اندر بیڈ روم میں لٹا کر باندھ دو، خبر دار، رات کو کوئی بھی اس کی نہ سنے۔" اس نے محافظوں سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر۔" دونوں نے سلام کرتے ہوئے جواب دیا اور آگے بڑھ کر حسن امیر کو یوں اٹھایا جیسے وہ مردہ جانور ہوں اور تیزی سے عمارت کی طرف بڑھ گئے۔

راما کا ہاتھ کوٹ سے نکلا تو چنگیزی چونک گیا، اس کے ہاتھ میں چھوٹے دستے والا کلہاڑا تھا جس پر شاید خشک خون بھی تھا۔ کلہاڑا دیکھنے کے بعد اس نے حیرت سے راما کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں سرد مہری کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

"تمہیں یہ کلہاڑا تو یاد ہی ہو گا؟۔" راما نے کلہاڑا اس کی نظروں کے سامنے لہراتے ہوئے پوچھا۔

"شاید تمہاری بیوی یا محبوبہ کا ہے جو دل سے لگا رکھا ہے۔" چنگیزی نے دانت نکالتے ہوئے مضحکہ اڑایا۔

"یہ وہی کلہاڑا ہے جو تمہیں لگنا چاہیے تھا لیکن تمہاری وجہ سے اس سے

رافٹر مر گیا۔ وہ بہت قریبی دوست تھا۔" راما نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔" اور تب سے میں اسے ساتھ رکھے ہوئے ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ تم کہیں نہ کہیں مجھ سے ٹکراؤ گے اور میں اپنا بدلہ لے سکوں گا۔"

"مجھے موت سے ڈر نہیں، ہاں، تمہاری دوستی سے ضرور متاثر ہوں اس لئے ایک موقع دیتا ہوں کہ لڑنے کا ارادہ ترک کر دو تو جان بخش دوں گا۔" چنگیزی نے غیر متوقع طور پر سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"موت کو سامنے دیکھ کر اچھے اچھوں کی بس ہو جاتی ہے، تیرا بھی دماغ چل گیا ہے۔" راما نے دانت نکوستے ہوئے کہا اور کلہاڑا بیڈ پر رکھ کر کوٹ اتارنے لگا۔

"تم چاہتے تھے کہ جب تم نے مجھ پر کلہاڑے سے وار کیا تھا میں اپنا بچاؤ نہ کرتا؟ رافٹر کی قسمت کہ وہ اس کا نشانہ بن گیا۔ دوبارہ کہتا ہوں کہ باز آ جاؤ۔" چنگیزی نے کہا۔

"میں نے کہا ناں، تمہارا دماغ چل گیا ہے لیکن میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" راما نے کوٹ ٹوٹے ہوئے بیڈ پر پھینکا اور کلہاڑا اٹھا کر اسے گھمایا۔

"آجاؤ پھر، مجھے بھی تمہاری تلاش ہی تھی اس لئے یہ ٹریپ سیٹ کیا تھا،

مجھے یقین تھا کہ تم میرے پیچھے ضرور آؤ گے۔" چنگیزی غرایا اور پھر شائیں کی آواز کے ساتھ کچھ راما کی عقبی دیوار میں گھس گیا، اگر راما پھرتی کا مظاہرہ نہ کرتا تو وہ ننھا مگر خطرناک خنجر اس کے کندھے میں گھس چکا ہوتا۔

"وہی گھسے پِٹے خنجر۔" راما غرایا اور کھلے سانڈ کی طرح دوڑتا ہوا چنگیزی کی طرف بڑھا اور چنگیزی کا ہاتھ گھوم گیا، شائیں کی آواز کے ساتھ راما کا کلہاڑے والا ہاتھ گھوما۔ اس کا کلہاڑا اپنی طرف بڑھتے خنجر سے ٹکرایا اور چٹک کی آواز کے ساتھ خنجر بیڈ سے جا ٹکرایا اور راما، ہٹنے کی کوشش کرتے ہوئے چنگیزی کو لئے دیوار سے ٹکرایا، چنگیزی کا سر دیوار سے ٹکرایا تو اس کے دماغ میں بہت سی سیٹیاں ایک ساتھ بجنے لگیں۔ اس کے دماغ پر اندھیرا مسلط ہونے ہی لگا تھا کہ سینے پر جیسے پتھر گرا ہو، اس وجہ سے دماغ فوری ہی گہرائیوں سے نکل کر سطح پر ابھرا اور چنگیزی کی ٹانگ اوپر کو اٹھی۔ دراصل راما نے اس کے سینے پر کلہاڑے کا دستہ دے مارا تھا جس وجہ سے چنگیزی کا دماغ حرکت میں آ گیا۔

چنگیزی کی ٹانگ کی ضرب سے بچنے کے لئے راما تیزی سے پیچھے ہٹنے کو ہی تھا کہ چنگیزی کی ٹکر اس کے سینے پر لگی اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے کو بڑھا

اور چنگیزی دھاڑ کر اچھلا، وہ راما کے سینے پر گرا اور ساتھ ہی اس کا ہاتھ چلنے لگا جس کے ساتھ ہی راما کی غراہٹیں ابھرنے لگیں، چنگیزی کا خنجر راما کے دائیں کندھے میں تین سوراخ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ راما نے اچانک کلہاڑا چھوڑا اور دونوں ہاتھوں سے چنگیزی کو کمر سے پکڑ کر خود سے الگ کیا، چنگیزی نے بہتیری کوشش کی کہ اس سے چمٹا رہے لیکن راما کی طاقت کے سامنے اس کی ایک نہ چلی، خود سے الگ کرتے ہی راما نے اسے گھما کر سائیڈ پر رکھی کرسی پر دے مارا۔ چنگیزی توپ سے نکلے گولے کی طرح کرسی سے ٹکرایا اور اسکے حلق سے دردناک چیخ نکل گئی۔ وہ کرسی سمیت دیوار سے ٹکرا کر گرا تھا اور بار بار سر جھٹک رہا تھا، وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا۔

"تم اتنی جلدی ناکارہ نہیں ہو سکتے۔ میں تمہارا جوڑ جوڑ الگ کروں گا۔" راما حلق کے بل چیخنے لگا۔

"منہ بند کر کتے۔ اٹھ رہا ہوں۔" چنگیزی کی بپھری ہوئی آواز سنائی دی اور وہ واقعی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور ہاتھ سر کے عقبی حصے پر حرکت کر رہا تھا۔ جب ہاتھ سامنے آیا تو اس پر بھی خون نظر آیا۔ خون دیکھ کر چنگیزی کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

"اسی طرح میں توڑوں گا تمہیں۔" راما غرایا اور جھک کر کلہاڑا اٹھالیا۔

"بھول ہے تمہاری بچے۔" چنگیزی نے آستین سے منہ صاف کیا اور پھر ہاتھ کوٹ میں رینگ گئے، ہاتھ باہر نکلے تو "چنگیزی زیور" سے آراستہ تھے اور چنگیزی سر جھٹک کر دوبارہ میدان میں کھڑا ہو گیا۔

راما نے بھوکے شیر کی طرح اسے دیکھا اور اس کا ہاتھ چل گیا، زائیں کی آواز کے ساتھ کلہاڑا تیز رفتاری کے تمام ریکارڈ توڑتا ہوا چنگیزی کی طرف بڑھا اور وہ بوکھلا کر نیچے جھکا ہی تھا کہ اسی وقت راما اس کے سر پر پہنچ گیا، اِدھر کلہاڑا عقبی دیوار میں گھسا اور اُدھر چنگیزی کی گردن راما کے ہاتھ میں۔ گردن پر ہاتھ ڈالتے ہی اس نے دوسرے ہاتھ سے کلہاڑے کا دستہ تھام کر دیوار سے نکالنے کے لئے زور لگایا اور توجہ کی اس کمی کا فائدہ چنگیزی نے اٹھایا اور کا ہاتھ گھوما اور راما کی فلک شگاف چیخ سے کمرہ ہل کر رہا گیا، خنجر اس کی گردن میں گھس گیا تھا۔

خنجر گردن میں گھستے ہی اس کے ہاتھ سے چنگیزی تو نکل گیا لیکن جھٹکے سے کلہاڑا بھی اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ کلہاڑا نہ صرف ہاتھ میں آیا بلکہ گھوم بھی گیا اور چنگیزی نے بھی چیخ مارنے میں راما کا پورا پورا مقابلہ کیا۔ غنیمت تھی کہ راما کے ہاتھ سے گردن نکلتے ہی وہ گر کر رول ہونے لگا تھا

تو گردن کی بجائے کلہاڑا بازو کے اوپری حصے سے اچھی خاصی سلام دعا کرتے آگے نکلا اور چنگیزی رول ہو کر راما کی ٹانگوں کے پاس پہنچا اور دونوں ہاتھ چلے، خنجروں نے راما کی پینٹ دونوں پنڈلیوں سے پھاڑ دی تھی اور وہ لڑکھڑایا۔ لڑکھڑاتے ہی وہ پشت کے بل گرنے لگا تو چنگیزی نے ہاتھ پھیلا دیا۔ راما کے گرنے سے نہ صرف دھماکہ ہوا بلکہ اس کے منہ سے چیخ بھی نکل گئی۔ چنگیزی کا جو ہاتھ پھیلا تھا، اس میں خنجر تھا جو گرنے والے راما کی پشت میں گھس گیا تھا۔

راما کا ایک ہاتھ اپنی گردن پر تھا دوسرے میں کلہاڑا۔ چنگیزی نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی پشت پر بھی وار تو کر لیا تھا لیکن اس کا بازو راما کے نیچے دب گیا تھا جس وجہ سے وہ بھی قید ہو کر رہا گیا تھا۔ اسی وقت راما نے کلہاڑا اٹھا کر پوری قوت سے چنگیزی کے سینے پر وار کیا ، چنگیزی نے تیزی سے جسم رول کیا اور اندر کو رول ہوتا ہوا راما کے وجود پر پہنچ گیا، کلہاڑ کارپٹ میں گھستا چلا گیا اور چنگیزی کا خنجر والا ہاتھ بلند ہوا، نشانہ راما کا پیٹ تھا لیکن راما کا جسم پھڑکا اور چنگیزی اچھل کر دور جا گرا۔ گرتے ہی وہ برق رفتاری سے کھڑا ہوا اور جیسے اس کے وجود سے پہاڑ ٹکرایا ہو، راما اسے لئے ہوئے بیڈ سے ٹکرایا اور اس نے

چنگیزی کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے ایک ہاتھ میں بلند کیا اور پشت کے بل زمین پر دے مارا، چنگیزی کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکلنے لگیں اور جسم تڑپنے لگا۔ راما نفرت سے اپنی گردن پر ہاتھ رکھے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے جھک کر چنگیزی کی ٹانگ پکڑ کر اسے کھینچنا چاہا تو چیخ کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا، ایک ننھا خنجر اس کی ہتھیلی سے آر پار ہو گیا تھا اور چنگیزی کا جسم ساکت ہو گیا تھا۔ وہ سرخ آنکھوں سے راما کو گھورے جا رہا تھا۔

"جلدی ہی تم مر جاؤ گے، گردن کا زخم گہرا ہے۔" چنگیزی کی بھنچی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اس سے پہلے میں تمہیں مار دوں گا۔" راما غرایا اور گردن سے ہاتھ ہٹا کر دوسری ہتھیلی میں سے خنجر کھینچ لیا، چنگیزی یہاں مات کھا گیا، راما نے نہ صرف خنجر کھینچ لیا بلکہ انتہائی سرعت سے چنگیزی پر دے مارا تھا اور چنگیزی چیخ کر جسم سمیٹنے پر مجبور ہو گیا۔ خنجر اس کے پہلو میں گھسا تھا۔ خنجر مارتے ہی راما نے اپنی گردن بھول کر چنگیزی پر چھلانگ لگ دی اور اس کا بھرپور مکا چنگیزی کی گردن پر پڑا اور چنگیزی اس کے نیچے دبا تڑپنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔ راما کا ہاتھ بلند ہوا۔۔۔ مگر راما جانتا

نہیں تھا کہ وہ بھی چنگیزی ہے، جسے گرین سروس سر درد سمجھتی تھی، جو کسی کے ہاتھ نہیں لگتا تھا، وہ اتنی آسانی سے ہار کیسے مان لیتا؟۔

چنگیزی کا ہاتھ تیزی سے اپنے چہرے پر آیا اور راما کے منہ سے گالیوں اور چیخوں کا تانتا بندھ گیا۔ چنگیزی کا ہاتھ خالی نہیں تھا، اس میں خنجر تھا جو راما کے مکے میں گھس گیا تھا۔ راما چیختا ہوا تیزی سے چنگیزی سے الگ ہوا اور اپنے ہاتھ کو دیکھ کر جانوروں کی طرح ڈکرانے لگا۔

"میں اتنا آسان شکار نہیں۔" چنگیزی نے دانت بھینچ کر پہلو سے چھوٹا خنجر کھینچے ہوئے کہا اور سسکاری لے کر رہ گیا۔ ابھی اس کی بات پوری ہی ہوئی تھی کہ راما کا وجود اڑتا ہوا اس سے ٹکرایا اور دونوں ایک ساتھ ٹوٹے ہوئے بیڈ سے ٹکرائے۔ دونوں ہی کے منہ سے فلق شگاف چیخیں نکلنے کے ساتھ ہی تڑپ کر ساکت ہوتے چلے گئے۔

گارڈین جینی کلب سے خفیہ رستے سے نکل کر اپنے اڈے میں پہنچا ہوا تھا۔ اس اڈے سے متعلق اس کے قریبی ساتھی ہی جانتے تھے یہاں تک کہ جینی بھی اس اڈے سے ناواقف تھی۔ کام کے نوعیت کے حساب سے وہ جگہ بدلتا رہتا تھا۔ اس وقت وہ لیپ ٹاپ کے سامنے جما بیٹھا اپنے کام میں جٹا ہوا تھا کہ فون کی مترنم گھنٹی نے اسے چونکنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹائے بغیر ریسیور اٹھایا۔

"ہوں۔۔"

"باس، ماسٹر راما کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل رہا۔" دوسری طرف سے مودبانہ آواز سن کر وہ سیدھا ہوا۔

"کیا مطلب؟۔" اس نے نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔

"کلب سے وہ کسی نوجوان کے پیچھے نکلے ہیں اور ابھی تک واپسی نہیں ہوئی۔"

"کیا وہ اکیلا گیا تھا؟۔" گارڈین نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں باس، مادام جینی کے دو ماتحت بھی ان کی نگرانی کے لئے گئے تھے، وہ بھی واپس نہیں آئے ابھی تک۔"

"کوئی مصیبت مول لی ہو گی۔ کس نوجوان کے پیچھے گیا ہے؟ کچھ پتہ چلا؟۔" گارڈین نے مطمئن لہجے میں پوچھا۔

"یس باس، اس کا حلیہ تو پتہ چلا ہے، ویسے ابھی تک کہیں نظر نہیں آیا، ہم لوگ شہر میں پھیل کر تلاش کر رہے ہیں۔" جواب ملا اور چنگیزی کا حلیہ بتا دیا گیا۔

"کیا کیا؟ دوبارہ بتانا حلیہ۔۔" حلیہ سنتے ہی گارڈین بے یقینی سے بول اٹھا اور حلیہ دہرائے جانے پر اس نے یوں منہ بنایا جیسے کونین چبالی ہو۔

"اوکے، تلاش جاری رکھو، جیسے ہی کوئی سراغ ملے فوری طور پر مجھے بتاؤ۔" گارڈین نے سخت لہجے میں کہا اور پھر ریسیور رکھ کر سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ملایا۔

"جینی بول رہی ہوں۔" جینی کی زندگی سے بھرپور آواز سنائی دی اور گارڈین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

"ڈئیر کیسی ہو؟۔" اس نے میٹھے لہجے میں کہا۔

"کیا کام پڑ گیا ہے؟۔" جینی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"کام کے بغیر بھی تو تم سے بات کر سکتا ہوں۔"

"کام بتاؤ، مجھے اور بھی کام ہیں۔" جینی کی اکتائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تم مجھے مجبور کر دیتی ہو کہ تمہیں تمہاری اوقات یاد دلاتا رہوں۔" گارڈین غرایا تو دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

"تمہیں عزت راس نہیں آتی۔" گارڈین نے کہا۔

"مجھے جھوٹی عزت کی ضرورت نہیں، میں بے بس ہوں، تم جو مرضی ہے کر سکتے ہو، کہہ سکتے ہو۔" کچھ دیر بعد جینی کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تو آئندہ مجھے بے تکلفی سے مت بلانا اور میری مرضی کے خلاف کچھ مت بکنا، سمجھیں تم۔" گارڈین حلق کے بل چیخا۔

"یس باس۔" جینی کی بے جان سی آواز سنائی دی اور گارڈین کی جھلاہٹ پل بھر بھی ختم ہو گئی۔

"ہنی، آج تم اپنی رہائش گاہ پر جانے کے بعد وہاں سے خفیہ رستے سے نکل جانا، مجھے شکار کھیلنا ہے۔" گارڈین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟۔ میں سمجھی نہیں۔" جینی کی الجھی ہوئی آواز سنائی دی۔

"مطلب سمجھ جاؤ گی اگر زندہ رہیں تو۔ اگر تم وہاں نہ گئیں تو میں مار دوں گا اور اگر جا کر وہاں سے نکلی نہ تو حکومتی کارندے مار ڈالیں گے۔"

گارڈین نے قہقہہ لگایا۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" جینی کی آواز میں حسرت محسوس کرنے کے باوجود گارڈین کے مزاج میں کوئی فرق نہ آیا۔

"ہو جائے گا ایک دن۔ جو کہا ہے وہ کرو۔ اس کے علاوہ ہال اور پارکنگ کے کیمرے چیک کرو خود، ایک حلیہ نوٹ کرو، وہ نوجوان جس سواری پر آیا ہو، اس کا نمبر چاہیے۔" گارڈین نے کہا اور حلیہ بتا کر کچھ ہدایات دینے کے بعد ریسیور رکھ دیا۔

"تو یہ لوگ حرکت میں آ گئے لیکن کیوں؟۔ انہیں تو میں نے خاص طور پر روک رکھا تھا۔" گارڈین خالی خالی نظروں سے لیپ ٹاپ کی سکرین کو گھورتے ہوئے بڑبڑانے لگا۔ "انہیں تو دُبکے رہنا چاہیے تھا جب تک ان کا چیف نہ رابطہ کرتا، اتنے خود مختار کیسے ہو سکتے ہیں، خاص طور پر

جب میں انہیں توڑ چکا ہوں؟۔"

اس نے لیپ ٹاپ بند کیا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

"یس۔۔"

"باس، اس کا نام چنگیزی ہے جس کے پیچھے ماسٹر راما گئے ہیں، ہم اس کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے ہیں لیکن ماسٹر راما یہاں نہیں ہیں۔ یہاں پر بہت زیادہ توڑ پھوڑ ہوئی ہے اور جا بجا خون کے دھبے موجود ہیں۔ پلنگ تک ٹوٹا ہوا ہے۔" دوسری طرف سے پرجوش آواز سنائی دی۔

"راما کو لے کر وہ عقبی طرف سے نکلے ہوں گے، وہاں پوچھ گچھ کرو، عمارت میں اگر کوئی سکیورٹی کیمرہ ہے تو وہ بھی چیک کرو اور عقبی طرف جس جگہ بھی کیمرہ نظر آئے اسے بھی چیک کرو۔" گارڈین نے تیزی سے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔" آئی ٹی سے لوگ بلوا لو اور ہر ممکنہ کوشش کر ڈالو، مجھے جلد سے جلد راما تک پہنچنا ہے۔" گارڈین کا لہجہ سرد سے سرد ترین ہوتا چلا گیا۔

"یس باس۔۔" دوسری طرف سے مختصر سا جواب سننے کے بعد گارڈین نے ریسیور پٹخ دیا۔

"میرا خدشہ درست ثابت ہوا، یہ وہی لوگ ہیں اور بیوقوف راما، بدلہ

لینے گیا ہو گا۔ وہ جانتا نہیں کہ دماغی طور پر یہ لوگ کس درجے کے ہیں۔ اتنا آسان ہوتا تو میں ہی ہاتھ ڈال لیتا اس وقت۔ لیکن۔ لیکن۔ اس وقت نہیں۔ اب تو میں اس پوزیشن میں ہوں۔ یعنی کہ اب۔۔ اوہ۔۔ واہ۔۔ ناداستگی میں ہی سہی، راما نے ایک اور میدان سر کر لیا، وہ معافی کے قابل ہے۔ گڈ، گڈ۔ میرا کام اور بھی آسان ہو جائے گا۔ وزیرِ دفاع کا کام بھی ہو جائے گا اور باقی بھی۔" پریشانی سے بتدریج وہ سکون اور پھر خوشی کی طرف سفر کرتا چلا گیا اور اچانک ہی اس کا مزاج خوشگوار ہو گیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ وہ دوبارہ کرسی پر جم رہا اور ریسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ملایا۔

"وولف بول رہا ہوں۔"

"ڈی سیکشن، ڈی فورناٹ۔" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ، یس باس، فرینک بول رہا ہوں۔" اس بار نرم لہجے میں کہا گیا۔

"کہا بھی تھا کہ وولف چچا ہے، وولف ہی بنے رہو، کیا بنا شکار کا؟۔" گارڈین مسکرایا۔

"شکریہ باس۔ باس وہ لوگ رَسل کو تلاش کر چکے ہیں، ہم نے ہلکی طاقت کا حملہ بھی کیا، پھر انہوں نے رَسل کو قید رکھنے کے بعد میک اپ

کر کے چھوڑ دیا۔ اس کی مدد سے وہ لوگ صادق تک پہنچے اور وہاں سے میڈم جینی کی رہائش گاہ پر جانے کی تیاری میں ہیں۔" وولف نے جواب دیا۔

"گڈ، میں چاہتا ہوں کہ اچھا سا ٹریپ تیار کیا جائے، مہمان زیادہ ہونے کی توقع ہے۔" گارڈین نے کہا اور پھر وولف کو تفصیل سے ہدایات دینے لگا۔

"اس کام کے لئے منجھے ہوئے افراد ہونے چاہییں تاکہ کسی سٹیج پر بھی یہ ڈرامہ محسوس نہ ہو اور نہ ہمارا نقصان ہو نہ شکار کا۔" گارڈین نے کہا۔

"یس باس۔ جیسے آپ کا حکم۔" وولف نے جواب دیا۔

"انتظامات مکمل کر کے مجھے بتانا، چیک کروں گا۔" گارڈین نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ اسی وقت گھنٹی بجی تو اس نے منہ بناتے ہوئے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"یس۔۔"

"باس، اس نوجوان کی موٹر سائیکل تلاش کر لی گئی ہے۔" دوسری طرف سے جینی کی آواز سنائی دی تو گارڈین کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"ڈئیر جینی، تم لیٹ ہو گئیں، اب تو میں اس نوجوان تک پہنچ بھی گیا ہوں۔ اس کے باوجود مجھے خوشی ہے کہ تم اپنے بل پر بھی اتنی تیزی اور محنت سے کام کرتی ہو شاید اسی وجہ سے تمہیں تنظیم میں رکھا گیا ہے۔ تم سے جلد ہی ملاقات ہو گی۔ رہائش گاہ والی بات پر عمل کرنا، بائے۔" گارڈین نے تیز لہجے میں کہا اور ریسیور رکھ کر کرسی سے اٹھا اور تیزی سے کمرے سے نکل گیا جیسے فون سے خوف آنے لگا ہو۔

کبیر سر تھامے بیٹھا تھا، اس سامنے بیڈ پر چنگیزی لیٹا ہوا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔ دوسرے بیڈ پر راما بے ہوش پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کو بیڈ سے باندھا گیا تھا یہاں تک کے سینے سے بھی رسی گزار کر باندھا گیا تھا۔ چنگیزی ہوش میں تھا اور چھت کر گھور رہا تھا۔

"یہ سراسر بے وقوفی ہے، تم نے کہا تھا کہ راما کو اپنے پیچھے لگا کر ہمارے پاس لاؤ گے اور بجائے پلان پر عمل کرنے کے تم اسے مقابلے کے لئے لے گئے۔" کبیر نے سخت لہجے میں کہا۔

"دیکھو، میں تمہارا ماتحت نہیں جو اس طرح غصہ دکھا رہے ہو۔ تمہارا کوئی نقصان تو نہیں ہو۔ راما تمہارے پاس ہے۔" چنگیزی نے اسے چڑانے کے لئے کہا۔

"تم سے بات کرنا ہی فضول ہے۔" کبیر نے ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا۔

"سامنے آئینہ رکھ لو۔ "چنگیزی نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"اب جب تک ہم لوگ واپس نہ آجائیں، تم یہاں سے ہلو گے بھی نہیں۔ "کبیر نے اٹھنے کی تیاری کرتے ہوئے کہا۔

"کہاں جارہے ہو تم لوگ؟۔ "چنگیزی نے چونک کر پوچھا۔

"تم تو راما سے حساب برابر کرتے رہے، ہم نے اس کے ساتھ آنے والوں پر ہاتھ صاف کر لیا۔ "کبیر مسکرایا۔

"اور۔۔۔؟۔۔ "چنگیزی نے بے چینی سے پوچھا۔

"اور۔۔ اور یہ کہ ہم ان کی باس جینی کے بارے میں جان گئے ہیں، سننے میں آیا ہے کہ کوئی ذاتی مہمان ہے اس کا جس کی مدد کے لئے وہ اس سب میں ملوث ہے۔ اب ہم اس کی رہائش گاہ پر دھاوا بولیں گے۔" دروازے میں ثانیہ نمودار ہوئی تھی، اس نے مسکراتے ہوئے تفصیل بتائی۔

"اور تم لوگ مجھے یہاں چھوڑ کر جاؤ گے؟۔ "چنگیزی غراتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔

"ہاں، تمہارے زخموں کو تو حرکت سے خاص فرق نہیں پڑے گا لیکن راما ہوش میں آگیا تو کسی نہ کسی کی موجودگی ضروری ہے۔ "کبیر نے

اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"راما گیا بھاڑ میں۔ میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔" بستر سے اترتے ہوئے چنگیزی دھاڑا۔

"ہم جینی کو یہیں اٹھا کر لانے والے ہیں۔" ثانیہ نے لقمہ دیا کہ شاید چنگیزی ارادہ بدل دے۔

"لیکن اصل کام تو اسے یہاں لانا ہے، میں اس میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔" چنگیزی نے دانت نکوستے ہوئے کہا۔

"اور راما۔" کبیر نے تلخ لہجے میں کہا۔

"راما ہے، میرا ماما نہیں کہ میں ہی پاس بیٹھوں۔ اتنی ہی فکر ہے تو تم اس کے پاس بیٹھ جاؤ، میں اور میڈم اُسے لے آتے ہیں۔" چنگیزی نے ناگواری سے جواب دیا۔

"راما بندھا ہوا ہے اور امید ہے کہ اس کے ہوش میں آنے سے پہلے ہم واپس آجائیں گے۔" ثانیہ نے کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر۔۔۔"

"چلو، یہاں وقت ضائع کرنے کی بجائے وہاں چل کر بحث کرتے ہیں۔" ثانیہ نے کبیر کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور پھر چنگیزی کو بھی

اشارہ کیا۔

"جیو میڈم رانی۔" چنگیزی نے نعرہ لگایا اور سر کے عقب میں ہاتھ رکھے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ نہیں سدھرے گا کبھی۔" کبیر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر چنگیزی کے پیچھے چل دیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ تینوں سیاہ لباسوں میں ملبوس منزل کی جانب اڑے چلے جا رہے تھے۔ نکلنے سے پہلے راما کی چیکنگ ضرور کی گئی تھی اور دروازوں کو مقفل کر کے ان پر کوڈز لگانے کے علاوہ عمارت کی بجلی بند کر دی گئی تھی۔

"ہمارا مقصد صرف اور صرف جینی سے پوچھ گچھ ہے، وہیں ممکن ہوا تو وہیں کام ختم کر آئیں گے۔" کبیر نے گاڑی کو یو ٹرن سے موڑتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اور مجھے کہہ رہے تھے کہ جینی کو لے کر آنا ہے۔" چنگیزی نے غراتے ہوئے کہا تو ثانیہ کا قہقہہ بلند ہوا۔

"تم لڑکی ہوتے تو ضرور شوہر کی شامت آئی رہتی۔" ثانیہ نے چنگیزی سے کہا۔

"ابھی تو تم لوگوں کی آئی ہوئی ہے۔" چنگیزی نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"وہاں قتل و غارت کی ضرورت نہیں۔" کبیر نے کہا۔

"میرا دماغ خراب ہے بھلا، آج تک کوئی قتل کیا ہو تو بتاؤ؟۔" چنگیزی نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو ثانیہ مسکرا دی۔

"تمہاری معصومیت کے گواہ تمہارے خنجر ہیں۔" کبیر بھی مسکرایا۔

"وہ تو میرے بچے ہیں۔" چنگیزی نے پیار سے کوٹ کو تھپکی دی جس کی چھوٹی چھوٹی جیبوں میں "اس کے خوفناک بچے" اونگھ رہے تھے۔

"اللہ ایسی اولاد سے بچائے"۔ ثانیہ نے طویل سانس خارج کرتے ہوئے کہا تو کبیر کا قہقہہ بلند ہوا۔

"آمین۔۔" کبیر نے بلند آواز میں کہا۔

"جل رہا ہے۔۔" چنگیزی بڑبڑا کر باہر دیکھنے لگا۔

"جینی پر پکا ہاتھ ڈالنا پڑے گا کیونکہ جیسے ہی اس کو چھیڑا، اس کے پیچھے چھپا شخص چونک جائے گا۔" ثانیہ نے کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوشش تو یہی ہو گی کہ جلد سے جلد اور بہتر انداز میں کام کیا جائے تاکہ اصل مجرم کو بھاگنے کا وقت ہی نہ ملے لیکن ہمیں ہر طرح کی

صورتحال کے لئے تیار رہنا ہو گا۔" کبیر نے جواب دیا۔

"بالکل، میرا خیال ہے کہ اگر اصل مجرم کی نشاندہی ہو گئی تو ہم چیف کی مدد لیں گے تاکہ ذاتی معاملات سے نکل کر ملک دشمن گھیرے جائیں، باقی معافی تلافی یا سزا تو بعد میں ہوتی رہے گی۔" ثانیہ نے کہا۔ یہ بات کرتے ہوئے اس کے چہرے پر پریشانی مسکرانے لگی تھی۔

"یہ تو وقت ہی بتائے گا۔" کبیر نے ہنکارہ بھرا۔

"ویسے تم نے اچھا کیا کہ راما کے ساتھیوں پر ہاتھ ڈال لیا، راما سے کسی قسم کی معلومات ملنا ناممکن تھا، فولادی اعصاب کا مالک ہے۔" چنگیزی نے کہا تو کبیر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ تم کہہ رہے ہو؟۔" کبیر کے لہجے میں بے یقینی کا عنصر واضح تھا۔

"کبھی کبھی حقیقت مان لینی چاہیے، ہم میں سے کوئی بھی جیت نہیں سکا، دونوں ہی ایک ساتھ گرے اور میں نے شکر کا کلمہ پڑھا۔" چنگیزی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"حیرت ہے، اس کے منہ سے ایسی بات۔" کبیر بڑبڑایا اور کار میں خاموشی نے انگڑائی لی۔

گارڈین سکرین پر نظریں جمائے بیٹھا تھا، سکرین پر گرین سروس کے اراکین کے علاوہ سوپر فور کے ممبر بھی نظر آرہے تھے۔ کبیر اور فواد نے باری باری وہاں تک پہنچنے کے سفر کی روئیداد سنائی تھی اور کچھ کچھ باتیں وہ چھپا گئے تھے جو گارڈین جانتا تھا اس لئے اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

وہ کمرہ جس میں گارڈین موجود تھا، کنٹرول روم تھا جہاں مختلف جگہوں پر لگائے گئے کیمروں کی مدد سے تین کوٹھیوں کو صاف دیکھا جا سکتا تھا اس کے لئے وہاں ساؤنڈ سسٹم بھی لگایا گیا تھا جس کی مدد سے ان کوٹھیوں میں ہونے والی گفتگو کو براہِ راست سنا جا سکتا تھا۔

"ثانیہ، تمہاری یہاں موجودگی سے ظاہر ہے کہ اب بھی حکومت کے لئے ہی کام کر رہی ہو، کیا تم بتانا پسند کرو گی کہ کس ادارے سے متعلق ہو تم لوگ؟۔" فواد کی آواز کمرے میں سنائی دی۔

"مجھے افسوس ہے کہ یہ بتانا جرم ہے، اگر ہمیں علم ہوتا کہ تم لوگ یہاں ہو گے تو میری شائد اس طرح شناخت نہ ہو پاتی۔" ثانیہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ، تو کیا سیکرٹ سروس میں؟۔" فواد نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"سیکرٹ سروس میں ہی جانا ہوتا تو شائد تمہیں ترجیح دی جاتی کیونکہ تم سب سے تیز ایجنٹ ہو۔" ثانیہ نے مسکرا کر جواب دیا تو فواد سوچ میں ڈوب گیا۔

"کیا جمال بھی تمہارے ساتھ ہے؟۔" زوبی نے پہلی بار گفتگو کا حصہ بنتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" ثانیہ نے پورے اعتماد سے جھوٹ بول دیا اور زوبی کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی۔

"تو پھر ظاہر ہے کہ تم کسی نئی تنظیم کا حصہ بنی ہو، ایک نام تو میرے ذہن میں ہے لیکن میں ان کے راز کی قدر کرتا ہوں اس لئے چپ رہنا

ہی بہتر ہے، خیر، جب ہمارا مقصد ایک اور نیک ہے تو کاہے کی پریشانی اور کھوج۔ وقت آنے پر خود ہی علم ہو جائے گا۔ سوال تو یہ ہے کہ یہاں سے نکلا کیسے جائے؟۔ کب تک یوں ہی بیٹھے رہیں گے؟۔ خطرہ تو ہے لیکن کچھ نہ کچھ سوچنا پڑے گا۔" فواد نے ٹھوس لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"جینی کی رہائش گاہ جال کے طور پر استعمال کی گئی ہے۔" کبیر نے ہال کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"جینی کی رہائش گاہ پر تو ہم نے ریڈ کیا تھا۔" فواد نے چونک کر کہا۔

"ہماری معلومات کے مطابق جینی کی رہائش گاہ یہ ہے۔" ثانیہ بھی فواد کی بات سن کر چونک اٹھی۔

"تو کیا شروع سے ہم لوگ بے وقوف بن رہے تھے؟۔" زوبی نے تیز لہجے میں کہا۔

"یا پھر جینی کی تین رہائش گاہیں ہیں۔ ایک یہ، ایک جس پر تم لوگ نے حملہ کیا اور ایک وہ، جہاں وہ اصل میں رہتی ہے۔" کبیر نے سوچ میں ڈوبے لہجے میں کہا۔

"اگر ایسا ہی ہے تو ہمیں یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا زیب نہیں

دیتا۔ یہ سب چال تھی جس میں ہم پھنس چکے ہیں۔ جس نے یہ جال بُنا ہے وہ اس سے آگے کی منصوبہ بندی بھی رکھتا ہو گا۔ یہاں سے نکلنا ہو گا۔" فواد نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اتنی گہری منصوبہ بندی کون کر سکتا ہے؟۔" کبیر نے پریشانی بھرے لہجے میں کہا، اس کی نظریں ثانیہ پر جمی ہوئی تھیں جو اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ رہی تھی، گہری منصوبہ بندی پر ان کے ذہنوں میں ایک ہی نام گونجا کرتا تھا، ساحر گردیزی، لیکن ساحر مجرم تو تھا نہیں، یہی الجھن تھی۔

"ایسا مجرم خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔" ارشاد نے زبان کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔

"ہو چکا ہے برادر۔ خطرناک ثابت ہو چکا ہے۔ بقول تم لوگوں کے، اس نے وزارتِ دفاع سے فائل چرائی، فائل کی تلاش کے دوران تمہیں جینی اور اس کے گروپ کو ہلاک کرنے کے احکامات دے دیئے گئے جس کے پیچھے ضرور کوئی وجہ ہو گی۔ جینی اور اس کا گروپ، اس مجرم کے اشاروں پر چلتے ہوئے ڈاکٹر یوسف حقانی کو قتل کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ ایک جج کا پراسرار انداز میں قتل ہوا ہے جو اسی گروپ کی کارستانی

ہے۔" کبیر نے تیز لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"اور اس مجرم نے اپنے خلاف کام کرنے والے دو گروپوں کو قید بھی کر لیا ہے۔" زوبی نے لقمہ دیتے ہوئے کہا۔

"میرے خدا۔۔" فواد کی آواز جیسے کہیں دور سے سنائی دی۔

"کیا؟۔" سب نے بیک زبان پوچھا۔

"ہم لوگ کسی حد تک اس کے راز سے واقف ہو چکے تھے۔ سرکاری طور پر یہ کام ہمارے سیکشن کو دیا گیا تھا۔ دوسری طرف ثانیہ اور اس کے ساتھی بھی کسی حیثیت سے اس سے واقفیت رکھتے تھے۔" فواد نے ایک ایک کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو؟۔" چنگیزی نے نا سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔

"تو۔۔ اس نے اپنے راز کو محفوظ کر لیا، ہم سب کو قید کر کے۔" ثانیہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ہمیں ختم کر کے بھی کیا جا سکتا تھا۔" ارشاد نے کہا۔

"اس طرح حکومت چونک جاتی اور اس کی تلاش زور و شور سے شروع ہو جاتی۔" زوبی نے فوری جواب دیا۔

"اور بات یہیں ختم نہیں ہوئی، ہماری قید کی وجہ سے وہ کوئی فائدہ

اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ "کبیر نے کہا۔ "اس کے علاوہ، تم لوگوں کے غائب ہونے کی وجہ سے مجرم کی تلاش کچھ دیر کے لئے رکے گی نہیں توسست ضرور ہو جائے گی۔"

"اور مجرم کو کچھ کرنے کے لئے وقت درکار ہے۔ وہ اسی دوران اپنا اصل کام کر جائے گا۔" فواد نے کہا تو کبیر نے اثبات میں سر ہلایا جبکہ باقی افراد جیسے سکتے میں آ گئے۔ وہ سب نقاب نہ پہنے ہوتے تو چہروں کے بدلتے رنگ بھی نظر آتے۔

"یہاں تو آوے کا آوا ہی سدھرنے کی کوشش میں ہے۔" ان کی باتیں سن کر گارڈین کے چہرے پر پتھریلی سنجیدگی پھیلتی چلی گئی تھی۔ "اچھا کیا جو ہاتھ ڈال لیا، ورنہ یہ لوگ ستیاناس کرنے میں ماہر نظر آرہے ہیں۔ سبک رفتار ہیں لیکن بات سمجھ لیتے ہیں۔" وہ بڑبڑاتا ہی چلا گیا۔

اس کی نظریں سکرین پر، کان ان سب کی آوازوں پر لیکن دماغ کہیں اور تھا۔ وہ سب کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے رشتہ تلاش کر رہا ہو۔ اس کے انداز سے بے چینی اور جوش محسوس ہونے لگا تھا۔ اس نے واقعی تفریحاََ سب کو ایک ساتھ پکڑا تھا تاکہ ان کو ذہنی شکست دے سکے، انہیں یہ باور کرا سکے کہ وہ لوگ اس کے سامنے طفلِ مکتب ہیں، وہ جب چاہے

جیسے چاہے انہیں گھیر سکتا ہے، اپنی مرضی کے مطابق چلا سکتا ہے لیکن اب اس کا خرافاتی ذہن کروٹ بدل رہا تھا، وہ کچھ سوچنے لگا تھا، سوچتے سوچتے اس نے اچانک "ہرا" کا نعرہ لگایا اور پھر چونک کر ادھر ادھر دیکھا کہ کسی نے اسے ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو نہیں لیکن کمرہ خالی تھا۔

"بادشاہ کو پیادے، وزیر، ملکہ، توپ مل گئے، اب سجے گی شطرنج کی بازی، دونوں طرف اپنے پیادے، مزہ آئے گا۔" گارڈین حلق کے بل قہقہے لگانے لگا۔ وہ بہت ہی مسرور نظر آرہا تھا جیسے بہت بڑا خزانہ ہاتھ لگا ہو۔

"آئے گا مزہ اب انسانی ڈرون کی برسات کا۔" وہ گنگنانے اور مٹکنے لگا کہ فون کی کرخت گھنٹی سن کر وہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اس کا ایک ہاتھ سر کے اوپر، ایک کمر پر تھا، کمر اپنی روایتی پوزیشن سے قدرے دور ہوا میں رک گئی اور اس کا ٹھمکا ادھورا رہ گیا۔

"بدتمیز۔" وہ تیسری صنف کی حد پھلانگتے ہوئے شرما کو بولا اور فون کی طرف بڑھ گیا جو چپ ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"کیا قیامت آن پڑی؟۔" وہ حلق کے بل چیخا۔ اسے دیکھ کر یہ محسوس کرنا ناممکن تھا کہ کچھ دیر پہلے وہ ٹھمکے لگا رہا تھا۔

"یی۔۔یس۔یس باس۔۔آ۔۔گگ۔گئی۔۔" دوسری طرف سے وولف کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اوہ، کیا؟ واقعی آگئی؟۔" گارڈین نے چونک کر نرم لہجے میں پوچھا۔

"بب۔۔باس، وہ سوغات والا اڈہ۔" وولف شاید کچھ بتانے سے گھبرا رہا تھا۔

"کیا ہوا اڈے کو؟۔" گارڈین اچھل پڑا، اس کے نظروں کے سامنے پورا اڈہ پل بھر میں گھوم گیا اور آخر میں اس کی نظروں میں ایک چہرہ ابھرا۔۔ساحر۔۔ساحر گردیزی۔۔اس نے جبڑے اس طاقت سے بھنچے کے جبڑے کی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔

"بب۔۔باس۔۔۔"

"کیا ہوا؟ مر کیوں رہے ہو؟ اڈہ تباہ ہو گیا کیا؟۔" گارڈین نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"نن۔نہیں باس۔۔ح۔۔حکو۔۔حکومت نے قبضہ کر لیا۔۔" دوسری طرف سے کہا گیا تو گارڈین کے ہاتھ سے ریسیور ہی نکل گیا۔

"سس۔سب ختم۔ سب کچھ چھین لیا۔۔میں تمہیں کتے کی موت ماروں گا ساحر۔ یہ تمہارے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔۔تت۔۔تم کمینے۔

میں تمہیں رہنے کے لئے گھر دیا، کھانے کو مفت ۔ اوڑھنا، بچھونا، دوست، دولت سب کچھ دیا اور تم نے جس پلیٹ میں کھایا وہی حکومت کو تھما دی۔" وہ بڑے مضحکہ خیز انداز میں بڑبڑانے لگا جیسے اس خبر سے اس کیا دماغ ہی چل گیا ہو۔ در حقیقت۔۔ اس کا دماغ۔۔ پیدائشی طور پر کھسکا ہوا تھا۔۔ گارڈین، مزاج بدلتا نظر آرہا تھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کی تہہ چڑھنے لگی تھی۔ گرین سروس کی ٹیم ایک بار پہلے بھی اس کے ہتھے چڑھ چکی تھی اور اس نے انہیں جانے دیا، اب کی بار تو گرین سروس کے ساتھ ساتھ سوپر فور بھی اس کے قبضے میں تھے اور اس بار وہ انہیں چھوڑنے کے حق میں نہیں تھا، وہ چاہتا تھا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ "ملے" لیکن عین وقت پر ساحر گردیزی کا کہانی میں شامل ہونے کا مطلب تھا کہ سب کو دوبارہ سوچنا پڑے گا۔

"شطرنجی خون۔۔ نہیں۔ خونی شطرنج۔۔ نہیں۔۔ خون میں شطرنج۔۔ ارے نہیں۔۔ شطرنج میں خون۔۔" وہ منہ کے زاویے بدلتے ہوئے سکرین پر اپنے شکار کو دیکھتے ہوئے بڑبڑانے لگا۔

"ویلکم بیک ساحر گردیزی، ویلکم بیک ٹو ڈیتھ گیم۔۔"

وہ سر گھٹنوں میں دیئے، گوشت پوست کی گٹھڑی بنا کراہ رہا تھا۔ اس کوٹھڑی میں اتنی روشنی بہر حال تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی دے سکے۔ یہ دوفٹ چوڑی، چارفٹ اونچی اور پانچ فٹ لمبی، ڈبیا نما کوٹھڑی تھی۔ اسی پانچ فٹی کوٹھڑی کے درمیان میں لیٹرین کے نام پر دھبا نما سوراخ تھا جس کے قریب ایک چھوٹا سا مگ پڑا تھا اور ایک جمہوری ٹونٹی جس میں سے "کچھ کھالیا، کچھ لگا لیا" اور کبھی کبھی "سارا ہی کھالیا" کے مصداق پانی "سسک سسک" کر نکلتا تھا۔ کوٹھڑی کا تو نام ہی بدنام تھا، گٹر کہا جاتا تو بھی سانچ کو آنچ نہ لگتی۔ "ادب" یا کسی بھی ملک کی زبان میں شاید "بدبوستان" لفظ کی جگہ نہیں تھی لیکن وہ اسی میں رہ رہا تھا۔

اسے یاد تھا کہ وہ اس عبرت خانے میں پچھلے بیس دنوں سے تختہ مشق بنا ہوا تھا۔ ان بیس دنوں میں وہ جہنم کو جیسے بھول ہی چکا تھا، اسے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کی روح پر تکلیف کا لباس اوڑھا دیا گیا ہے نہ کہ گوشت پوست کا وجود۔ اس کا وجود زخموں سے چور چور تھا، سانس تک زخمی محسوس ہوتی تھی۔ اگر وہ سانس روک کر زندہ رہنے پر قادر ہوتا تو ہلکی سی سانس لینے کی غلطی نہ کرتا کیونکہ سانس ہر نس کے لئے زندگی کی نوید لاتی تھی لیکن ہر نَس تکلیف کی سیڑھی کا زینہ ثابت ہوتی تھی۔

اچانک ہی پرزور آواز سن کر اس کی کراہیں رکیں اور اس نے سر اٹھانے کی کوشش کی تو منہ سے سسکاری نکل گئی۔ اس کے چہرے کا رنگ دیکھنے کے لئے روشنی کم تھی لیکن یا تو شکل ہی بالکل سیاہ تھی یا پھر خون جم کر "سیاہ" ہو گیا تھا۔ نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبائے اس نے کمرے کے وسط میں دیکھا جہاں "لیٹرینی سوراخ" تھا۔ اس کی آنکھوں میں تکلیف کے مارے پانی چمک رہا تھا۔ وہ اس لیٹرین کو بے بسی سے دیکھ رہا تھا جہاں پانی کے ساتھ ساتھ غلاظت گر رہی تھی، شاید کوٹھڑی سے اوپر واش رومز کی نکاسی کا ذریعہ وہی کوٹھڑی تھی۔ غلاظت گرنے

کے ساتھ ساتھ کوٹھڑی میں پہلے سے پھیلی بدبو شرما کر، سمٹتی ہوئی اسی شخص کی طرح کونے جا دبکی اور نئی مہمان بدبو کے پھیلاؤ کو محسوس کر کے ششدر رہ گئی۔

کافی دیر بعد جب غلاظت کی آمد تھم چکی تو وہ شخص دیوار کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش میں جُت گیا۔ اسے کمر کے بل جھکنے تک چار سے پانچ منٹ لگے کیونکہ وجود کی تکلیف کے باعث وہ ناکام ہوتا رہا۔ اب کوٹھڑی میں اس کی آہیں زور پکڑ چکی تھیں، وہ اپنے وجود کو دیوار کے سہارے کھینچتا ہوا لیٹرین کی طرف بڑھا۔ کوٹھڑی کے وسط تک فاصلہ ہی کتنا تھا لیکن اس کی سانس پھول گئی تھی۔ اسے یہ بھی ہوش نہ تھا کہ اس کے پاؤں اب صاف نہیں رہے۔ ایک ہاتھ دیوار اور ایک کمر پر رکھے وہ کراہتے ہوئے جھکنے لگا اور پھر چیخ کر وہیں کا وہیں تھم گیا، اس کی سانسیں دھونکنی کی طرح چلنے لگی تھیں۔ چند لمحوں بعد اس نے ہونٹ مضبوطی سے دانتوں میں جکڑے اور پھر جھکتا چلا گیا۔ اس نے مگ پکڑا اور پھر "جمہوری ٹونٹی" کے نیچے رکھ کر ٹونٹی چلا دی۔ قسمت یاوری کے بھی کیا کہنے، مگ میں پانی بھرنے میں دیر نہ لگی۔

وہ بار بار مگ بھر کر اس غلاظت کو لیٹرین کے طور پر بنائے گئے سوراخ کی طرف بڑھاتا چلا گیا، ابھی اس نے آدھا کام ہی مکمل کیا تھا کہ "جمہوری ٹونٹی" سے خالی شرر شرر کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور لمحوں میں وہ بھی بند ہو گئیں، اب وہ گونگی ٹونٹی کے علاوہ کچھ نہیں تھی۔ وہ چند لمحے مجسمے کی طرح رکا رہا جیسے بے بسی کی انتہا پر پہنچ گیا ہو، پھر مگ رکھ کر سیدھا ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی وقت کھٹکے کی آواز سنائی دی اور اس کا جسم بے اختیار کانپ کر رہ گیا۔

"اس کی نفاست کی تعریف نہ کرنا ناانصافی ہو گی دلیر سنگھ۔" کوٹھڑی میں ٹارچ کی روشنی کے ساتھ ایک طنزیہ آواز سنائی دی۔

"کاہے کی نفاست پر کاش بابو۔ ساری عمر اسی گٹر میں کٹے گی، مرے گا بھی تو اسی کوٹھڑی میں اور کوٹھڑی کو باہر سے مستقل بند کر دیں گے۔ یہی قبر ہے اس کی۔ لوگوں کی غلاظت میں اس کی لاش پڑی رہے گی۔" دوسری آواز سنائی دی۔

"بکواس بند کرو اپنی ورنہ زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔" اس شخص کی غراہٹ بھری آواز سنائی دی۔ اس کی آواز میں موجود ارتعاش محسوس

کر کے ٹارچ والے دونوں بابو اچانک چپ کر گئے جبکہ ٹارچ کی روشنی مسلسل اس شخص کے جھکے ہوئے سر پر پڑ رہی تھی۔

"لگتا ہے بدبو، تشدد اور نفسیاتی حربوں کی وجہ سے دماغ چل گیا ہے۔" پرکاش نے سرگوشی کی۔

"مجھے تین چار دن سے یہی لگ رہا ہے۔ اس حالت میں تو بولنا مشکل ہے، یہ غراتا ہے۔" دلیر سنگھ نے جوابی سرگوشی کی۔

"چلو، لے چلو، دماغ ٹھیک کرنے کا وقت آ گیا ہے۔" پرکاش نے کہا۔

"تم لے چلو، کل میں ہی لے گیا تھا۔" دلیر سنگھ کی آواز میں خوف کا عنصر شامل تھا جیسے گزشتہ کل کچھ خاص ہوا ہو۔

"تمھیں موت پڑتی ہے؟۔" پرکاش غرایا۔

"تم ہی لے چلو گے بس۔ ورنہ صاحب کو بتاؤں گا۔" دلیر سنگھ نے جواب دیا۔

"ڈرپورک سنگھ نام ہونا چاہیے تمہارا۔" پرکاش نے جل کر کہا اور پھر ٹارچ شائد اس کے ہاتھ سے دلیر سنگھ کو تھمائی تھی اور پھر اس کو ٹھڑی

میں جھک کر ایک صحتمند شخص داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں پھندہ نما رسی تھی۔ وہ لیٹرین کی دوسری جانب، صاف جگہ پر ہی رکا رہا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی رسی کو آگے جھکتے ہوئے اس نے اس زخمی شخص کے گلے میں ڈال کر کھینچ لیا۔

"چل کتے۔ بھونک اور مالک کے پیچھے چل۔" پرکاش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ وہ پرکاش کی تیزی کا ساتھ نہ دے سکا اور دھڑام سے، آدھا لیٹرین کے اِس پار، آدھا اُس پار۔

"اب صاحب کو بدبو آئے گی اس کی ٹانگوں سے، غلاظت میں جا گرا۔" دلیر سنگھ، جو ٹارچ کی روشنی میں یہ سب دیکھ رہا تھا، تیز لہجے میں بولا۔

"جا کر گرم پانی میں نہلاتے ہیں سرکار کو۔" پرکاش نے سرد لہجے میں کہا اور اس شخص کی کراہوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے گھسیٹتا چلا گیا۔ کوٹھڑی سے نکلتے نکلتے اس کی کراہیں دبی دبی چیخوں میں بدل گئی تھیں لیکن ان دونوں پر کوئی اثر نہ ہوا، وہ اسے گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ دوسرے کمرے کے وسط میں بے لباس پڑا ہوا تھا،

اسے الٹا لٹایا گیا تھا۔ ہاتھ سر کی طرف لمبے کر کے فرش پر رکھے گئے تھے ۔ ہاتھ پاؤں کو زمین میں نصب کڑوں کی مدد سے باندھا گیا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک بھیانک شکل والا گنجا شخص اندر داخل ہوا جس کی توند اس کے محکمے کی شناختی علامت تھی۔

"بولا کچھ یہ سُسرا؟۔" اس نے آتے ہی پرکاش سے پوچھا۔

"نہیں صاحب۔ وہی ہٹ دھرمی۔" پرکاش نے جواب دیا۔

"ڈھیٹ چمڑی ہے۔" گنجے نے بے بسی سے اس زخمی وجود کو دیکھا۔ اس کا ننگا وجود بے پناہ تشدد کی گواہی دے رہا تھا۔ دور سے وہ کسی مصور کی شاہکار پینٹنگ محسوس ہوتی تھی جس میں جہاں بھر کے زخم اور درد سمو دیا گیا ہو۔

"صاحب، مجھے لگتا ہے اس کا دماغ چل گیا ہے، اب یہ اکڑ کر بھی بات کرتا ہے۔" پرکاش نے سرگوشی کی۔

"ابھی ٹھکانے لگاتے ہیں دماغ۔" گنجا تیزی سے آگے بڑھا اور میز پر رکھی ہتھوڑی اٹھا کر تولنے لگا، پھر اسے رکھ کر چھوٹا ہتھوڑا اٹھایا اور بڑی

کیلوں کا ایک پیکٹ پکڑ کر اس کی طرف بڑھ گیا۔ گنجا اس کے ہاتھوں کے پاس جا بیٹھا اور پیکٹ پھاڑ کر اس میں سے کیل نکالی، اسے اس شخص کی الٹی ہتھیلی پر رکھا اور ہتھوڑے کو ہوا میں بلند کیا۔

"آخری موقع ہے سُسرے، بول یا پھر بھگت۔" گنجے نے غرا کر کہا۔

"بھاڑ میں جا۔" اس کی غراہٹ سن کر تو گنجا بھی سکتے میں آ گیا۔

"ٹھیک کہا تو نے پر کاش، اس کا دماغ چل گیا ہے۔" اس کے منہ سے جیسے خود بخود الفاظ بہہ گئے۔ "لیکن جو میں چاہتا ہوں وہی ہو گا۔" گنجا بھی غرایا اور ٹھک کی آواز کے ساتھ ہتھوڑے کی ضرب کیل پر پڑی اور کیل اس شخص کی ہتھیلی میں جگہ بناتی ہوئی گھستی چلی گئی۔ اس شخص کے منہ سے دلخراش چیخ نکلی اور جسم تڑپ کر رہا گیا۔

"یہ تو شروعات ہے سُسرے۔" گنجے نے ہونٹوں پر زبان پھیری اور پھر ٹھک کی آواز کے ساتھ دوسری ضرب لگی، پھر تو جیسے گنجے کو دورہ ہی پڑ گیا ہو، وہ لگاتار ضربیں لگاتا چلا گیا اور اس شخص کا ہاتھ گوشت کا لو تھڑا بنتا چلا گیا اور پھر دردناک چیخ کے ساتھ وہ تیزی سے اٹھا۔

اس کا سینہ برق رفتاری سے اوپر نیچے ہو رہا تھا، ہونٹ خشک تھے جن پر اس نے خشک زبان پھیرتے ہوئے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ وہ ایک جدید انداز کے سجے ہوئے کمرے کے وسط میں خوبصورت بیڈ پر بیٹھا تھا۔ اس کی نظر گھومتی ہوئی دیوار پر نصب گھڑیال پر رکی، اس وقت رات کے چار بج رہے تھے۔ اس نے ہتھیلی کی پشت سے چہرے پر چمکتا پسینہ صاف کرنے کی کوشش کی اور پھر سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ سے گلاس میں پانی ڈالنے لگا۔ پانی پینے کے بعد اس نے اپنا بایاں ہاتھ دیکھا، ہتھیلی کے وسط میں ایک مدہم سا زخم کا نشان نظر آ رہا تھا۔ وہ لحاف کو ایک طرف کرتے ہوئے بستر سے اترا اور واش روم میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس لوٹا تو سنبھلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک طرف میز پر رکھے لیپ ٹاپ کو آن کیا۔ آن کرتے ہی اس نے سامنے سکرین پر نظر آنے والے ایک آئیکون پر کلک کیا تو ویڈیو چلنے لگی۔

"تیری موت بہت بھیانک ہو گی گارڈین۔۔" وہ سکرین پر مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر غرایا۔

خواب نے جہاں اسے اپنے ماضی میں دھکیلا تھا، وہیں اس کی ذہنی رو بھی بدلی بدلی محسوس ہو رہی تھی، آنکھوں میں خون اتر آیا تھا اور چہرے پر سرد مہری ایسی جیسے زندگی بھر مسکراہٹ سے خدا واسطے کا بیر رہا ہو۔ اگر اس وقت اسے کوئی دیکھ لیتا تو یقیناً اس کے چہرے کو دیکھتے ہی "سرد مزاج قاتل" کا لفظ دماغ میں ناچنے لگتا۔

گرین سیریز کے ناولز پر تبصرہ لکھیں، گرین سیریز کے آفیشل گروپ میں پوسٹ کریں یا ویب سائٹ پر ناول کے نیچے کمنٹ کر دیجئے اور فیس بک آفیشل گروپ میں اپنی تصویر (اگر آپ بھیجنا چاہیں) تو بھیج دیں۔

آُپ کا تبصرہ، تصویر کے ساتھ ویب کے فرنٹ پیج پر شائع کیا جائے گا، علاوہ اس کے، آپ کی رائے، تبصرہ میرے لئے بہت اہم ہوتا ہے ، اس کی مدد سے میں اپنی تحریر کو بہتر سے بہترین کا مسافر بنا سکتا ہوں۔

والسلام

ابنِ طالب

Green Series Official FB group

https://www.facebook.com/groups/GreenSeries

Ibn E Talib (Official Page)

www.facebook.com/ibnetalibgs